اخبار الرایہ

شمارہ نمبر 593

(01-اپریل-2026)

(عربی سے ترجمہ)

ایران کی جنگ اور امریکہ کی مالیاتی حکمتِ عملی؟ 2
ایران پر امریکہ اور یہودی وجود کی جنگ اور امتِ مسلمہ پر اس کے اثرات 6
اے مسلمانو! تمہاری عزت تمہاری ریاست کی واپسی میں ہے 11
سیسی کے سیکورٹی اداروں کی حزب التحریر کے نوجوانوں کے خلاف چھاپہ مار کارروائیوں اور گرفتاریوں کی مہم 14
صحت: سرمایہ دارانہ لالچ اور اسلامی نگہبانی کے درمیان 16
دشمنی کا اعلان کیے بغیر چین کی توانائی کی فراہمی کے راستوں پر قابو پانا 21
دنیا میں امریکہ کی غنڈہ گردی کو صرف ریاستِ خلافت ہی روک سکتی ہے 26
ہماری آج کی لڑائی ہتھیاروں سے پہلے فکر کی لڑائی ہے 30
امریکہ کے ساتھ اتحاد مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ کمزور ہے 31
ہماری حالت اب بھی ایسی کیوں ہے جو نہ کسی دوست کو خوش کرے اور نہ دشمن کو غمزدہ؟! 33
جب پیغام رساں ریاست سے رخ مڑ کر اقتدار کی کشمکش کی طرف ہو گیا! 35
اے سرزمینِ کنانہ (مصر) کے باسیو! مصری نظام تمہارا اور تمہاری امت کا دشمن ہے 39
آؤ ایک ایسے نظام کی طرف جو انسان کی عزت و وقار کا محافظ ہو، اس کے رنگ اور نسل سے قطع نظر 40
مسجدِ اقصیٰ کی تالابندی کا جرم 42
وہ خلافت جس کے لیے ہم کام کر رہے ہیں نہ فرقہ وارانہ ہے اور نہ ہی مسلکی 44
امت محض جذبات سے نہیں بلکہ ایک ایسے سیاسی منصوبے سے فتح یاب ہو گی جو اسلام کی حکمرانی قائم کرے اور تمام توانائیوں کو متحد کر دے 46
حاکمیت کب محض ایک نعرے کے بجائے ایک حقیقت بن کر سامنے آئے گی؟! 47
مسلمان علماء ایک تاریخی ذمہ داری کے سامنے 48

بے شک یہودی وجود نے اپنے جرائم میں حد پار کر دی ہے اور سرزمینِ مبارک کے لوگوں اور مسجدِ اقصیٰ کے خلاف اپنی وحشیانہ کارروائیوں میں اضافہ کر دیا ہے، کیونکہ اے مسلمانو! اس نے اپنے وجود کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لیے، سرزمینِ مبارک کے لوگوں کی نصرت کے لیے اور ہمارے رسول ﷺ کی جائے معراج کی آزادی کے لیے آپ کی طرف سے کوئی سنجیدہ اور نتیجہ خیز تحریک نہیں دیکھی۔ اس نے 'لبیکِ اے بہن' اور 'اے ہمارے لوگو، تمہاری مدد کی گئی' کی پکار نہیں سنی، اور نہ ہی اس نے تہلیل و تکبیر بلند کرتے ہوئے ان ہجوموں کی یلغار دیکھی جو نفیرِ عام اور جہاد کا اعلان کر رہے ہوں جیسا کہ آپ کے اسلاف نے پہلے کیا تھا، اور نہ ہی اس نے آپ میں کوئی ایسا قائد دیکھا جو یہ کہتا ہو کہ 'میں کیسے مسکرا سکتا ہوں اور مجھے زندگی کیسے بھلی لگ سکتی ہے جبکہ مسجدِ اقصیٰ قید میں ہے؟!'۔

اداریہ

ایران کی جنگ اور امریکہ کی مالیاتی حکمتِ عملی؟

تحریر: ڈاکٹر محمد جیلانی

(ترجمہ)

28 فروری 2026 کو جب خلیجِ عرب کے آسمان پر جنگ کے بادل چھائے اور لڑائی کا آغاز ہوا، تو دنیا کی توجہ طیارہ بردار بحری جہازوں کی سٹریٹیجک نقل و حرکت اور اس تصادم کے نتیجے میں ہونے والے بھاری جانی نقصان پر مرکوز رہی۔ تاہم، اس ہولناک جنگ کے پردے کے پیچھے، ایک قدیم اور کہیں زیادہ طاقتور مشین خاموشی سے چلنا شروع ہو گئی ہے، اور وہ ہے امریکی فیڈرل ریزرو کی نوٹ چھاپنے والی مشین۔ ایک ایسے وقت میں جب آبنائے ہرمز میں جہاز رانی کی بندش کے باعث عالمی تیل کی سپلائی میں اچانک بیس فیصد کمی سے عالمی معیشت لڑکھڑا رہی ہے، امریکی انتظامیہ ایک ایسی مالیاتی چال چلنے کی تیاری کر رہی ہے جو اپنی وسعت میں بیسویں صدی کی سب سے بڑی سیاسی و مالیاتی تبدیلیوں سے مشابہت رکھتی ہے۔

اس بحران کی حقیقت "تیل کے بدلے ڈالر" پر مبنی 'پیٹروڈالر' نظام کے بے رحم اعداد و شمار میں واضح طور پر نظر آتی ہے۔ جنگ کے آغاز سے پہلے، عالمی معیشت روزانہ تقریباً دس کروڑ بیرل تیل استعمال کر رہی تھی جس کی اوسط قیمت ستر ڈالر فی بیرل تھی، جس کے لیے روزانہ سات ارب ڈالر کی ضرورت ہوتی تھی اور اس کا زیادہ تر حصہ امریکی فیڈرل ریزرو فراہم کرتا تھا۔ لیکن آج، جب برینٹ خام تیل کی قیمت ایک سو دس ڈالر تک پہنچ چکی ہے اور اس میں مزید اضافے کا امکان ہے، عالمی تجارت کو ہر چوبیس گھنٹے میں گیارہ ارب ڈالر کی ضرورت ہے۔ یہ تبدیلی روزانہ چار ارب ڈالر، یا ماہانہ تقریباً ایک سو بیس ارب ڈالر کا ایک بہت بڑا عالمی مالیاتی خلا پیدا کر رہی ہے۔ چونکہ عالمی سطح پر تیل کی قیمت صرف امریکی ڈالر میں طے ہوتی ہے، اس لیے محض توانائی کے شعبے میں "سبز نوٹ" (ڈالر) کی عالمی مانگ میں عملی طور پر پچاس فیصد سے زیادہ اضافہ ہو گیا ہے۔ فیڈرل ریزرو کے لیے یہ صورتحال کوئی بحران نہیں بلکہ اپنی کرنسی کی مقدار (M2) بڑھانے اور افراطِ زر (مہنگائی) کو دوسرے ممالک میں برآمد کرنے کا ایک سنہری موقع ہے۔ اس طرح دنیا توانائی کی اپنی شدید ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ان نئے ڈالروں کو جذب کر لے گی، جس سے خود امریکہ کے اندر مہنگائی کی شدت میں کمی آئے گی۔

یہ منظرنامہ 1973 کے ان تاریخی حالات کی ایک واضح بازگشت ہے جب سعودی عرب کی قیادت میں تیل کی پابندی نے قیمتوں کو دس گنا سے زیادہ بڑھا دیا تھا، جس نے پوری دنیا کو معاشی افراتفری میں دھکیل دیا تھا۔ تاہم، اسی افراتفری کی کوکھ سے مشہور "نکسن-فیصل" معاہدہ پیدا ہوا، جس نے اس بات کو یقینی بنایا کہ اوپیک (OPEC) ممالک اپنا تیل صرف ڈالر کے عوض فروخت کریں گے۔ اس معاہدے نے امریکہ کو 'بریٹن ووڈز' سسٹم کے تحت ڈالر کا سونے سے ربط ختم کرنے کے بعد پیدا ہونے والے اثرات سے نکلنے میں مدد دی۔ آج ہم 'پیٹروڈالر' کے اس نظام کو مزید مضبوط ہوتا دیکھ رہے ہیں۔ جس طرح ستر کی دہائی کے بحران نے امریکہ کو سونے کی پابندیوں سے آزاد کیا تھا، ایران کے ساتھ موجودہ جنگ فیڈرل ریزرو کو توانائی کی نئی قیمتوں کی ادائیگی کے لیے کھربوں ڈالر چھاپنے کا موقع دے رہی ہے۔ یوں امریکہ دنیا کی توانائی کی ضروریات پر ایک بالواسطہ ٹیکس لگا کر اپنی عالمی بالادستی کو مزید مستحکم کر رہا ہے۔

لیکن اس مالیاتی پھیلاؤ کا سارا بوجھ تیل درآمد کرنے والے ممالک کے کندھوں پر پڑ رہا ہے، جہاں موجودہ تنازع چین اور یورپی یونین کے لیے ایک مکمل تباہی ثابت ہو رہا ہے۔ امریکہ کے برعکس، جو اب خود تیل کا برآمد کنندہ بھی ہے اور عالمی ریزرو کرنسی کا مالک بھی، ان طاقتوں کو توانائی کی قیمتوں میں ہوش رُبا اضافے کا سامنا ہے جس کی تلافی کا کوئی راستہ نہیں۔ چین، جو دنیا میں تیل کا سب سے بڑا خریدار ہے، دیکھ رہا ہے کہ توانائی کی لاگت کے دباؤ تلے اس کا صنعتی منافع ختم ہوتا جا رہا ہے۔ دوسری جانب، یورپ بلند قیمتوں اور ان بلوں کی ادائیگی کے لیے مطلوبہ کرنسی چھاپنے کی ساختی نااہلی کے

درمیان ایک شکنجے میں پھنس چکا ہے، جس سے امریکہ کی بالادستی سے آزاد ہونے کے اس کے دیرینہ خواب چکنا چور ہو رہے ہیں۔ اگرچہ روس کو مختصر مدت میں قیمتوں کے اضافے سے یقیناً فائدہ ہو رہا ہے، لیکن اس کا یہ فائدہ محض عارضی اور پیچیدہ تجارتی راستوں سے جڑا ہوا ہے، جبکہ امریکہ کا فائدہ خالصتاً سٹریٹیجک ہے، جو عالمی مالیاتی نظام کی بنیادوں میں پیوست ہے۔

جہاں تک امریکہ کے اندرونی حالات کا تعلق ہے، یہ سٹریٹیجک فتح ایک ایسی قیمت کے بدلے مل رہی ہے جسے وہاں کا عام شہری ہر بار پیٹرول پمپ پر کھڑے ہو کر ادا کرتا ہے۔ اگرچہ فیڈرل ریزرو افراطِ زر (مہنگائی) کو باہر برآمد کر کے فائدہ اٹھا رہا ہے، لیکن اس وقت ایندھن کی قیمت عالمی سطح پر خام تیل کی فی بیرل قیمت سے وابستہ ہے۔ چنانچہ امریکی صارف کو آج اس جنگ کے بدلے میں ایک قسم کا "سٹریٹیجک ٹیکس" ادا کرنا پڑ رہا ہے، کیونکہ وہ ایک ایسے وقت میں ایندھن کی ریکارڈ قیمتیں ادا کر رہا ہے جب اس کے ملک کی کرنسی باقی دنیا کے لیے پہلے سے کہیں زیادہ اہم اور ناگزیر ہوتی جا رہی ہے۔ یہ قیمت دراصل اس علاقائی انتظامی نمونے کو برقرار رکھنے کا بوجھ ہے جو دوسروں کو اپنا دستِ نگر بنانے پر مبنی ہے، جہاں امریکہ دنیا کو دوبارہ ڈالر کے پیچھے صف آراء ہونے پر مجبور کر کے اس بحران سے بالواسطہ فائدہ اٹھا رہا ہے، چاہے اس کے نتیجے میں عوامی غم و غصے کے طوفان ہی کیوں نہ اٹھ کھڑے ہوں۔

28 فروری کو شروع ہونے والی اس جنگ نے اس وہم کو ختم کر دیا ہے کہ عالمی معیشت کوئی غیر جانبدار میدان ہے، بلکہ اس نے ایک ایسے نظام کو بے نقاب کر دیا ہے جس کی بنیاد حاکمانہ بالادستی اور مکمل محکومی پر ہے۔ دنیا کو کم مقدار میں تیل کی خریداری کے لیے مزید ڈالروں کے حصول کی دوڑ میں لگا کر، فیڈرل ریزرو عملی طور پر ایک نئی صدی کے لیے امریکہ کی بالادستی کو دوبارہ مستحکم کر رہا ہے۔ ڈالر کی پیداوار میں متوقع اضافہ جنگ کا کوئی حادثاتی نتیجہ نہیں ہے، بلکہ یہ اس نظام کا ایک منطقی انجام ہے جسے بحرانوں کی آغوش میں پنپنے کے لیے ہی ڈیزائن کیا گیا ہے۔ اور جیسا کہ 1973 کی تاریخ نے ثابت کیا تھا، یہ معاملہ محض تیل تک محدود نہیں تھا بلکہ عالمی معیشت کے تخت پر ڈالر کو ایک بے تاج بادشاہ کے طور پر برقرار رکھنے کا تھا۔ یہ وہی داؤ ہے جسے واشنگٹن آج ایک بار پھر اپنی پوری طاقت کے ساتھ کھیل رہا ہے۔

جہاں تک اس عالمی آکٹوپس کے مقابلے میں اسلامی ممالک کے مقام کا تعلق ہے، تو حقیقت یہ ہے کہ صورتحال کڑواہٹ میں بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ ہمارے ممالک آج بھی امریکہ کی جولان گاہ بنے ہوئے ہیں، جہاں وہ دائیں بائیں حملے کر رہا ہے اور ان زمینوں کو اپنی عسکری و مالی فرعونیت کا میدان بنا رکھا ہے۔ نتیجتاً، لاکھوں بلکہ کروڑوں مسلمانوں کی جانیں لی جا

رہی ہیں، جیسا کہ افغانستان، فلسطین اور شام میں ہوا اور آج ایران میں ہو رہا ہے۔ جبکہ ان قربانیوں کا ثمر سمیٹنے اور وقت کے فرعون، امریکہ سے چھٹکارا پانے کے لیے کسی سوچ یا منصوبہ بندی کی کوئی امید نظر نہیں آتی۔ یہ بالکل ویسا ہی ہے جیسا کہ عربی مثل مشہور ہے کہ "براقش نے اپنے ہی ہاتھوں اپنا بیڑہ غرق کیا"۔ امتِ مسلمہ آج بھی اپنے ظالم اور بدکار حکمرانوں کے تلے دبی ہوئی ہے اور فتح و بیداری کے اسباب سے دور ہوتی جا رہی ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ جب روزے اور عید کے دن کی یکجہتی کی بات آتی ہے تو ان کی چیخ و پکار بلند ہو جاتی ہے، وہ بحث و مباحثہ کرتے ہیں، چیلنج دیتے ہیں اور بسا اوقات سرکشی پر اتر آتے ہیں، لیکن جب دنیا و آخرت میں اپنے مقدر اور مستقبل کی بات ہو تو وہ اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے ہیں۔ ان کا حال ویسا ہی ہے جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۃ لقمان میں فرمایا ہے:﴿**وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا وَلَّىٰ مُسْتَكْبِراً كَأَن لَّمْ يَسْمَعْهَا كَأَنَّ فِي أُذُنَيْهِ وَقْراً فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ**﴾ "اور جب اسے ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں تو تکبر کرتا ہوا اس طرح پیٹھ پھیر لیتا ہے گویا اس نے انہیں سنا ہی نہیں، جیسے اس کے دونوں کانوں میں بوجھ (ڈاٹ) ہے۔ پس اسے دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجیے"۔ (سورۃ لقمان: آیت 7)۔ یا جیسا کہ سورۃ نوح میں ارشاد ہوا:﴿**وَإِنِّي كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوا أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَأَصَرُّوا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَاراً**﴾ "اور میں نے جب کبھی انہیں بلایا تاکہ تو انہیں معاف کر دے، تو انہوں نے اپنے کانوں میں اپنی انگلیاں ڈال لیں اور اپنے کپڑے اوڑھ لیے اور (اپنی روش پر) اڑ گئے اور بڑا تکبر کیا"۔ (سورۃ نوح: آیت 7)

ایران پر امریکہ اور یہودی وجود کی جنگ اور امتِ مسلمہ پر اس کے اثرات

تحریر: ڈاکٹر اسعد العجیلی

(ترجمہ)

شاید اس وقت سنیوں اور شیعوں کے درمیان مسلکی فتنے کو ہوا دینا، جب امریکہ اور یہودی وجود ایران پر ایک تباہ کن جنگ مسلط کر رہے ہیں، اس فکری اور سیاسی انحطاط کی انتہا کو ظاہر کرتا ہے جس تک بعض نام نہاد علمی اور دانشور حلقے پہنچ چکے ہیں۔ یہاں تک کہ ان میں سے کوئی یہ اعلان کرتا ہے کہ (ایران عربوں اور مسلمانوں کے لیے اسرائیل سے زیادہ خطرناک ہے)! کیونکہ اس کے خیال کے مطابق، یہودی وجود ایک غیر ملکی اور اجنبی طاقت ہے جس کا مقابلہ کر کے اسے نکالا جا سکتا ہے جیسا کہ صلیبیوں، منگولوں اور استعمار پسندوں کے ساتھ ہوا، جبکہ ایران ایک ایسا ہمسایہ ہے جو ایک انتہا پسند صفوی نظریے پر عمل پیرا ہے جو سنی اسلام کا دشمن ہے، اور وہ عرب سرزمین پر غلبہ حاصل کرنے اور تشیع کو پھیلانے کی کوشش کر رہا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بالکل وہی بیانیہ ہے جس کی تشہیر 2003 میں عراق پر امریکی حملے کے وقت کی گئی تھی۔ یعنی یہ کہ امریکہ ایک بیرونی اور اجنبی وجود ہے جسے نکالا جا سکتا ہے، جبکہ ایران فرقہ وارانہ پھیلاؤ کے ذریعے جغرافیائی اور آبادیاتی نقشہ تبدیل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس طرح صلیبی (امریکی) قبضے کے خلاف جہاد، سنی اور شیعہ کے درمیان ایک مسلکی فتنے میں بدل گیا جس نے ہر چیز کو تباہ کر کے رکھ دیا۔ اور آج ہم حملے کے دو عشروں سے زیادہ گزرنے کے بعد دیکھ رہے ہیں کہ امریکہ عراق سے نہیں نکلا، بلکہ اس کا اثر و رسوخ بڑھ گیا ہے اور اس کے فوجی اڈے ہر جگہ پھیل چکے ہیں۔

لہٰذا، عام مسلمانوں کو درج ذیل حقائق سے آگاہ کرنا ضروری تھا:

1۔ ایک ملک کے طور پر ایران اور ایرانی نظام کے درمیان فرق کرنا لازم ہے۔ ایران ایک اسلامی ملک ہے جسے خلیفہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں فتح کیا گیا تھا۔ فتح کے بعد یہ اسلامی لشکروں کی روانگی کا مرکز بنا اور اس نے خراسان، بخارا اور سمرقند میں اسلام پھیلانے میں اہم کردار ادا کیا۔ لہٰذا یہ ایک اسلامی ملک ہے جس کے باشندے امتِ مسلمہ کا ایک اٹوٹ انگ ہیں۔

جہاں تک موجودہ ایرانی نظام کا تعلق ہے، اس نے کئی دہائیوں تک امریکہ کے مدار میں گھومتے ہوئے افغانستان، عراق، شام، لبنان اور یمن میں اس کے مفادات کی خدمت کی ہے اور مسلمانوں کے خلاف جرائم کا ارتکاب کیا ہے، لیکن یہ بات ایران کو اسلامی سرزمین کی فہرست سے نہیں نکال سکتی۔ جس طرح فلسطین میں مجرم یہودی وجود کی موجودگی فلسطین سے اس کی اسلامی حیثیت نہیں چھین سکتی، بالکل یہی معاملہ ایران کا بھی ہے۔ شرعی حکم یہ ہے کہ اگر کفار کسی اسلامی سرزمین پر حملہ کر دیں تو اس کا دفاع اور مقابلہ کرنا تمام مسلمانوں پر شرعی طور پر واجب ہے یہاں تک کہ دشمن کی جارحیت کو روکنے کی ضرورت پوری ہو جائے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿**وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ**﴾ "اور تم سب کے سب مشرکوں سے لڑو جیسے وہ تم سب سے لڑتے ہیں، اور جان رکھو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے"۔ (سورۃ التوبہ: آیت 36)

2۔ اصل مستقل دشمن اور ذیلی عارضی دشمن کے درمیان فرق کرنا ضروری ہے۔ امریکہ، مغرب اور یہودی وجود اصل مستقل دشمن ہیں۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ان کی دشمنی مستقل ہے جو کبھی نہیں بدلتی، اور اسلام و مسلمانوں کے

خلاف ان کے شیطانی جرائم سے بچہ بچہ واقف ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا﴾ "تم ایمان والوں کا سب سے زیادہ دشمن، یہودیوں اور مشرکوں کو پاؤ گے"۔ (سورۃ المائدۃ: آیت 82)

لہٰذا گزشتہ دہائیوں کے دوران عراق، لبنان، شام اور دیگر مقامات پر مسلمانوں کے خلاف ایرانی نظام کے جرائم ہمیں اس حقیقت سے غافل نہ کر دیں کہ یہ جنگ ایک طرف مسلمانوں اور دوسری طرف یہودیوں اور ان کے پیچھے کھڑے امریکہ اور کافر مغرب کے درمیان ہے۔

ایسی صورتحال میں واجب یہ ہے کہ ایک مسلمان جنگ کے حوالے سے اپنے جذبات اور سیاسی موقف کو اپنے دین اور اپنی امت کے مفاد کے مطابق ڈھالے نہ کہ اس کے برعکس۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: «لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يَكُونَ هَوَاهُ تَبَعاً لِمَا جِئْتُ بِهِ» (تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش اس چیز کے تابع نہ ہو جائے جو میں لے کر آیا ہوں)۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾ "مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں"۔ (سورۃ الحجرات: آیت 10)۔ اسی لیے ایک مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ایران پر امریکہ اور یہودی وجود کی بمباری پر خوش ہو، چاہے ایرانی نظام نے اس کے حق میں کتنے ہی جرائم کیوں نہ کیے ہوں۔ کیونکہ یہ مسلمانوں اور ایک اسلامی سرزمین پر کفار کی جارحیت ہے، اور یہ جنگ ہماری زمین پر ہے اور تباہی ہمارے گھروں میں ہو رہی ہے۔

3۔ امت کے لیے سب سے اہم بات یہ سمجھنا ہے کہ اس جارحیت کا ہدف صرف ایران نہیں ہے، بلکہ اس کا مقصد پورے خطے کی قوت کو توڑنا اور اسے امریکہ اور یہودی وجود کے زیرِ تسلط لانا ہے۔ امریکہ اس خطے پر اپنا مکمل کنٹرول حاصل کرنا، امت کے وسائل کو ہڑپ کرنا اور اپنا نام نہاد "ابراہیمی دین" مسلط کرنا چاہتا ہے۔ ایران میں آج جو کچھ ہو رہا ہے وہ دراصل امریکہ کی جانب سے اپنے علاقائی حساب کتاب کو نئے سرے سے ترتیب دینے کی ایک کوشش ہے۔ وہ ایرانی نظام کو اپنے مدار میں گھومنے والے ایک نظام سے بدل کر ایک ایسے ایجنٹ نظام میں تبدیل کرنا چاہتا ہے جو مکمل طور پر اس کے تابع ہو، جبکہ ایرانی نظام اس پابندی کو قبول کرنے سے انکار کر رہا ہے، خاص طور پر اپنی اندرونی پالیسیوں جیسے کہ یورینیم کی افزودگی اور دفاعی میزائل صلاحیتوں کے حصول کے حوالے سے۔ چنانچہ ایرانی نظام سے ہماری دشمنی ہمیں اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دیتی کہ ہم ایران پر امریکہ اور یہودیوں کی جارحیت پر خوشیاں منائیں۔ ایرانی نظام

بھی ہمارے ممالک میں موجود دیگر نظاموں کی طرح محض مخصوص مقاصد کے لیے کام کرنے والا ایک مجرم نظام ہے، مگر اس سے ہماری دشمنی ہمیں اس بات کا جواز فراہم نہیں کرتی کہ ہم اپنی اسلامی سرزمین پر غیروں کے قبضے کی راہ ہموار ہونے دیں اور اسے امریکہ اور غاصب یہودی وجود کے لیے ایک آسان لقمہ بننے کے لیے چھوڑ دیں۔

4۔ ہر وہ شخص جو سیاسی شعور اور سلیم فطرت رکھتا ہے، وہ ایران پر امریکہ اور یہودی وجود کی فتح کے سنگین نتائج کو بخوبی سمجھتا ہے۔ اس سے یہودیوں کا سرکش وجود زمین پر مزید غالب ہو جائے گا جن پر اللہ کا غضب ہوا، خطے میں امریکہ کی غنڈہ گردی بڑھ جائے گی، اور اس کے مسلمانوں پر نہایت ہولناک اور بھیانک اثرات مرتب ہوں گے جو انہیں کچلنے اور ان کے مقدسات و حرمات کی پامالی کا پیش خیمہ ثابت ہوں گے۔

5۔ اس وقت سنی اور شیعہ کے درمیان اختلاف کو ہوا دینا صرف اس "کافرِ حربی" کے مفاد میں ہے جو مسلمانوں کے خلاف اپنی دشمنی میں سنی اور شیعہ کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتا۔ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ایک واضح ضابطہ ہے جو ہمیں ماضی کے تنازعات سے بالاتر ہونے کی دعوت دیتا ہے:﴿**تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ**﴾ "یہ ایک امت تھی جو گزر گئی، جو کچھ انہوں نے کمایا وہ ان کے لیے ہے اور جو تم نے کمایا وہ تمہارے لیے ہے، اور تم سے ان کے اعمال کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا"۔ (سورۃ البقرہ، آیت:134)

ہم اللہ کے حضور اس بات کے ذمہ دار ہیں کہ آیا ہم اس فرقہ واریت کو جاری رکھتے ہیں یا اسے ختم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہمارے لیے رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارکہ میں بہترین نمونہ موجود ہے، جنہوں نے اس جاہلانہ عصبیت کا علاج فرمایا جو معاشرے کو ٹکڑے ٹکڑے کر رہی تھی اور قبیلوں کے درمیان جنگوں کو بھڑکاتی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: «**أَبِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ وَأَنَا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ؟**» (کیا تم جاہلیت کی پکاریں پکارتے ہو جبکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں؟)۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ آپ ﷺ اس کے بدلے ایک ایسے معاشرے کی بنیاد رکھ سکیں جو صرف ایمان کے رشتے اور امت کی وحدت پر قائم ہو۔

6۔ اختتام پر ہم یہ کہتے ہیں کہ: یہودی وجود اور اس کے حامی، خلیجی ممالک اور ترکی کو ایران کے خلاف ایک بڑے علاقائی تصادم میں جھونک رہے ہیں، جس سے خطے میں ایک ایسی تباہ کن فتنے کی آگ بھڑکنے کا خطرہ ہے جو امت کی کمزوری میں مزید اضافہ کر دے گی اور اس کے دشمنوں کے لیے مزید غلبے اور پھیلاؤ کا راستہ کھول دے گی۔ اس حقیقت کے پیشِ

نظر، واجب یہ ہے کہ مسلمان تفرقے اور تقسیم کے خطرات کو سمجھیں، اپنی وحدت کو مضبوطی سے تھامیں اور ایسے تنازعات میں الجھنے سے بچیں جو ان کے دشمنوں کے کام آئیں۔ وہ اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کریں اور ان چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے لیے خود کو تیار کریں، اور اپنی تاریخ کے ان لمحات سے سبق حاصل کریں جب قوت اور اتحاد نے انہیں بڑے بڑے بحرانوں سے نجات دلائی تھی۔

7۔ شرعی طور پر اب واجب یہ ہے کہ تمام مسلمان اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں اور اس تاریخی مقابلے کے لیے خود کو تیار کریں۔ وہ اس بحران کو ایک سنہری موقع میں تبدیل کریں، پہل کریں، اپنی صفوں کو درست کریں، اپنی افواج کو حرکت دیں اور پوری امت کو ایک ایسے فیصلہ کن معرکے کے لیے تیار کریں جو حطین اور عین جالوت کی عظمتِ رفتہ کو بحال کر دے، کافروں اور منافقوں کی جڑ کاٹ دے اور امت کو اس کی خلافت، اس کا اقتدار اور شریعت کی حکمرانی دوبارہ لوٹا دے۔

﴿وَاللهُ غَالِبٌ عَلَى أَمْرِهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾

"اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے"۔ (سورۃ یوسف: آیت 21)

اے مسلمانو! تمہاری عزت تمہاری ریاست کی واپسی میں ہے

مسلم ممالک کے حکمرانوں کا زور و جبر آپس میں تو بہت سخت ہے، جبکہ استعماری کفار اور خاص طور پر امریکہ کے ساتھ ان کی وفاداری بڑھتی جارہی ہے.. اس گمان میں کہ یہ وفاداری انہیں ان کی ٹیڑھی کرسیوں پر برقرار رکھے گی! وہ اس بات کا ادراک نہیں کر رہے کہ یہ وفاداری ایک بہت بڑا جرم ہے جو انہیں دنیا میں رسوائی و ذلت اور آخرت میں دردناک عذاب کا وارث بنائے گی:

﴿سَيُصِيبُ الَّذِينَ أَجْرَمُوا صَغَارٌ عِنْدَ اللَّهِ وَعَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا كَانُوا يَمْكُرُونَ﴾ "جن لوگوں نے جرم کیے ہیں، انہیں ان کی مکاریوں کے بدلے اللہ کے ہاں ذلت اور سخت عذاب پہنچ کر رہے گا۔"(سورۃ الانعام:124)

وہ بھول گئے یا جان بوجھ کر نظر انداز کر دیا کہ جب امریکہ کے لیے ان کی خدمات ختم ہو جائیں گی تو وہ انہیں گٹھلی کی طرح پھینک دے گا.. اگر وہ عقل رکھتے ہوں تو ان کے ہم مشربوں کی ماضی کی مثالیں اس پر پکار پکار کر گواہی دے رہی ہیں!۔ ان حکمرانوں کی استعماری کفار کے ساتھ وفاداری اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ ان میں سے کسی بھی ملک پر حملہ ہوتا ہے تو دوسرے اس کی مدد کے لیے حرکت نہیں کرتے، بلکہ ان میں سب سے بہتر وہ سمجھا جاتا ہے جو مقتولین اور زخمیوں

کی گنتی کرتا ہے!۔ حالانکہ امتِ مسلمہ کی یہ شان نہیں بلکہ اصل میں اسے ایسا ہونا چاہیے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «**مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى**»(مؤمنوں کی مثال آپس کی محبت، رحم دلی اور ہمدردی میں ایک جسم کی طرح ہے، جب جسم کے کسی ایک عضو کو تکلیف پہنچتی ہے تو سارا جسم بیداری اور بخار کے ذریعے اس کا ساتھ دیتا ہے)۔ لیکن اس امت نے اپنی وہ خلافت کھو دی ہے جو اس پر اللہ کے نازل کردہ احکامات کے مطابق حکومت کرتی تھی اور جس کے ذریعے وہ اللہ کے دشمنوں سے جہاد کرتی تھی، اور جو اسے حق اور سچائی کے ساتھ دوبارہ ایک ایسا جسم بناتی تھی کہ جب اس کا ایک عضو تکلیف میں ہوتا تو سارا جسم بیداری اور بخار میں تڑپ اٹھتا۔

اے مسلمانو: بے شک تمہاری عزت تمہاری ریاست 'خلافتِ راشدہ' کی واپسی میں ہے، اور بے شک ہراول دستہ 'حزب التحریر' جس نے اپنے لوگوں سے کبھی جھوٹ نہیں بولا، اس نے اللہ کے اذن سے خلافتِ راشدہ کے قیام کے ذریعے اسلامی زندگی کے دوبارہ آغاز کے لیے سنجیدہ اور مخلصانہ جدوجہد کے لیے خود کو وقف کر دیا ہے۔ وہ حقیقت میں ایسا ہی ہراول دستہ ہے جو اپنے لوگوں سے جھوٹ نہیں بولتا، اور وہ ایک ایسی جماعت ہے جو اپنی پاکیزگی سے چمکتی ہے، اور وہ لوگ اس سے دور ہو جاتے ہیں جو اس کی پاکیزگی کے اہل نہیں ہوتے.. ہم اسے اور اس کے ساتھ کام کرنے والے تمام نوجوانوں کو ایسا ہی سمجھتے ہیں کہ وہ سنجیدہ، محنتی اور مخلص کارکن ہیں، جو دنیا سے بڑھ کر آخرت کی تمنّا رکھتے ہیں۔ وہ اللہ کی رحمت کی امید میں اپنی راتیں اور دن ایک کیے ہوئے ہیں تاکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا وعدہ اور اس کے رسول ﷺ کی بشارت ان کے ہاتھوں پوری ہو، اور یہ اللہ پر ہرگز مشکل نہیں ہے۔

یہی وہ راستہ ہے جو امت کو نجات دلائے گا، اس کی عزت بحال کرے گا، اس کی قوت کو مضبوط کرے گا اور اس کے دشمنوں کو اس پر حملہ کرنے سے پہلے ہزار بار سوچنے پر مجبور کر دے گا۔ یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ اس کی خلافت دوبارہ لوٹ آئے اور زمین اس کی خیر اور عدل سے روشن ہو جائے۔ جس طرح خلافت نے قیصر و کسریٰ کے تکبر کو مٹایا تھا، ویسے ہی یہ ان کے پیروکاروں جیسے ظالم ٹرمپ اور اس جیسے استعماری کفار کے تکبر کو بھی ختم کر دے گی۔

جہاں تک یہودی وجود کا تعلق ہے، تو وہ اس سے کہیں زیادہ کمزور ہے کہ اسے کوئی اہمیت دی جائے، کیونکہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿**لَنْ يَضُرُّوكُمْ إِلَّا أَذًى وَإِنْ يُقَاتِلُوكُمْ يُوَلُّوكُمْ**

الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُونَ﴾ "یہ تمہیں معمولی اذیت کے سوا کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے، اور اگر یہ تم سے لڑیں گے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے، پھر انہیں کوئی مدد نہیں ملے گی۔" (سورۃ آل عمران:111)

وہ اپنی ذات میں قائم رہنے کی صلاحیت نہیں رکھتا، وہ لڑائی کے اہل نہیں ہیں مگر لوگوں کے سہارے (رسی) کے ذریعے، جیسا کہ قوی و عزیز نے فرمایا: ﴿ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ أَيْنَ مَا ثُقِفُوا إِلَّا بِحَبْلٍ مِنَ اللهِ وَحَبْلٍ مِنَ النَّاسِ﴾ "ان پر جہاں کہیں بھی پائے گئے، ذلت مسلط کر دی گئی، سوائے اللہ کی رسی اور لوگوں کی رسی (سہارے) کے۔" (سورۃ آل عمران:112)

انہوں نے اللہ کی رسی کو کاٹ دیا ہے اور اب ان کے پاس صرف لوگوں کی رسی باقی ہے یعنی امریکہ، یورپ اور ان کے ایجنٹ مسلم ممالک کے غدار حکمران، جو یہودیوں کی وحشیانہ جارحیت کے سامنے ٹس سے مس نہیں ہوتے.. ورنہ یہودی وجود کا معاملہ تو عرصہ دراز پہلے ختم ہو چکا ہوتا اور وہ قصہ پارینہ بن چکا ہوتا۔ پس اصل مسئلہ ان ریاستوں کا ہے جو آج کل مسلم ممالک میں قائم ہیں، جن کے حکمران استعماری کفار اور اسلام و مسلمانوں کے دشمنوں کے وفادار ہیں۔ اس طرح مسلمانوں کی مصیبت ان کے حکمرانوں میں ہے۔ استعماری کفار کے ساتھ ان کی وفاداری کا یہ عالم ہے کہ وہ ان کے حکم پر چلتے ہیں اور ان کے منع کرنے پر رک جاتے ہیں، بجائے اس کے کہ ان کی وفاداری اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ہوتی، وہ اس کے احکامات نافذ کرتے اور اس کی راہ میں جہاد کرتے، اور اس کے رسول ﷺ کی پیروی کرتے، جس سے اسلام اور مسلمانوں کو عزت ملتی اور کفر و کافروں کو ذلت نصیب ہوتی۔ ﴿وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ * بِنَصْرِ اللَّهِ يَنْصُرُ مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ﴾ "اور اس دن مؤمن اللہ کی نصرت پر خوش ہوں گے، وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے اور وہی غالب، نہایت رحم والا ہے۔" (سورۃ الروم:4-5)

سیسی کے سیکورٹی اداروں کی حزب التحریر کے نوجوانوں کے خلاف چھاپہ مار کارروائیوں اور گرفتاریوں کی مہم

مصر کے فرعونی نظام نے واشنگٹن میں موجود اپنے آقاؤں کے احکامات کی تعمیل کی ہے، اور اس کے سیکورٹی اداروں نے نبوت کے نقشِ قدم پر خلافتِ راشدہ کے قیام کی دعوت دینے والوں کے خلاف چھاپہ مار کارروائیوں اور گرفتاریوں کی مہم شروع کر دی ہے۔ یہ کارروائیاں رمضان المبارک کے آخری بابرکت ایام اور عید کے دنوں میں کی گئیں، جس میں تمام اسلامی شعائر اور ان مقدس ایام کی حرمت کو بالائے طاق رکھ دیا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے تقدس، ان کی عزتوں اور گھروں کی حرمت کو بھی پامال کیا گیا، جہاں قیامِ لیل کی راتوں میں گھروں کے اندر موجود خواتین، بچوں اور بوڑھوں کو خوفزدہ کیا گیا، گھروں کی پر تشدد تلاشی لی گئی، دروازے توڑے گئے، فرنیچر کی توڑ پھوڑ کی گئی اور خواتین و بچوں کو گھروں سے باہر نکال دیا گیا۔ نیز مواصلاتی آلات بھی قبضے میں لے لیے گئے، یہ وہ مناظر ہیں جن کی مثال ہم نے صرف ٹیلی ویژن کی سکرینوں پر مقبوضہ فلسطین میں ہمارے لوگوں کے خلاف غاصب یہودی فوج کے ہاتھوں ہی دیکھی ہے۔

ان جرائم کے ردعمل میں حزب التحریر / ولایہ مصر کے میڈیا آفس نے ایک پریس ریلیز میں کہا ہے: "ہم جانتے ہیں کہ اس مہم کے پیچھے مقامی محرکات یا دعوت کا کام کرنے والوں سے نظام کا خوف نہیں ہے، کیونکہ یہ جنگ اس (نظام) کی جنگ نہیں اور یہ تصادم اس کے ساتھ نہیں ہے، بلکہ یہ صلیبی امریکہ کے احکامات کی تعمیل ہے جو خلافت کی دعوت کی سنگینی کو پوری طرح سمجھتا ہے، جیسا کہ حال ہی میں اس کے صلیبی وزیرِ جنگ 'پیٹ ہیگسیٹھ' کے بیانات میں بھی سامنے آیا ہے"۔ وہ (امریکہ) یہ اچھی طرح جانتا ہے کہ مسلم ممالک میں اس کے استعماری اثر و رسوخ کا خاتمہ صرف سیدنا محمد ﷺ کے پیروکاروں کے ہاتھوں ہی ہو گا، جیسا کہ فرعون کا انجام سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں ہوا تھا۔ جہاں تک مصری نظام کا تعلق ہے، تو وہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ صلیبی امریکہ کا ایک گندا آلہ کار ہے جسے وہ امتِ مسلمہ کی نشاۃِ ثانیہ اور خلافتِ راشدہ کے قیام کی دعوت دینے والوں کو کچلنے کے لیے استعمال کر رہا ہے۔ یہ وہی خلافت ہے جو مسلم ممالک کو متحد کرے گی، وہاں سے مغربی استعمار کے اثر و رسوخ کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے گی، یہودی وجود کا خاتمہ کرے گی اور سرزمینِ مبارک فلسطین کو یہودیوں کی ناپاکی سے پاک کرے گی، تاکہ یہودیوں کے قتل اور مقبوضہ و محصور مسجدِ اقصیٰ کی آزادی سے متعلق رسول اللہ ﷺ کی بشارت پوری ہو سکے۔

صحت: سرمایہ دارانہ لالچ اور اسلامی نگہبانی کے درمیان

کون سا نظام انسانی زندگی اور وقار کا تحفظ کرتا ہے؟

تحریر: استاد سعد سمیر

(ترجمہ)

صحت کی دیکھ بھال محض کوئی تکنیکی یا خدماتی معاملہ نہیں ہے، بلکہ یہ اپنی اصل میں اس بات کا اظہار ہے کہ کوئی نظام انسان کو کس نظر سے دیکھتا ہے۔ کیا وہ اپنی ذات میں ایک مکرم اور صاحبِ عزت وجود ہے، یا مفادات اور بجٹ کی منڈی میں محض ایک ہندسہ؟ اسی بنا پر، مصر اور دیگر تمام اسلامی سرزمینوں میں آج صحتِ عامہ کی صورتحال اس سرمایہ دارانہ نظام کی حقیقت کو واضح طور پر بے نقاب کرتی ہے جو ان پر مسلط ہے، اور یہ اس اسلامی نظام کے ساتھ ایک واشگاف تضاد کو ظاہر کرتی ہے جو عوام کے معاملات کی دیکھ بھال کو ریاست پر ایک فرض قرار دیتا ہے، نہ کہ کوئی احسان یا تجارت۔

مصر میں، جیسا کہ دیگر اسلامی سرزمینوں میں بھی دیکھا جا سکتا ہے، سرکاری ہسپتال مریضوں سے اٹے پڑے ہیں اور لوگ طبی معائنے، آپریشن یا انتہائی نگہداشت کے بستر کے لیے لمبی لمبی قطاروں میں کھڑے نظر آتے ہیں۔ ناکارہ مشینیں، ادویات کی قلت، ڈاکٹروں کی بیرونِ ملک ہجرت، اور ان لوگوں کے درمیان ایک واضح طبقاتی فرق جو نجی ہسپتالوں میں مہنگے علاج کی قیمت ادا کرنے کی سکت رکھتے ہیں اور وہ جنہیں غفلت کا شکار سرکاری مراکز میں ان کے نصیب پر چھوڑ دیا جاتا ہے، آج کا تلخ سچ ہے۔ اس بھیانک صورتحال کا جواز وسائل کی کمی، بیرونی قرضوں کی شرائط اور ان مالیاتی اصلاحات کے نام پر دیا جاتا ہے جو اخراجات کی ہر شق کو محض نفع و نقصان کے ترازو میں تولتی ہیں۔

یہ تلخ حقیقت کوئی اتفاقی خرابی نہیں ہے، بلکہ اس سیاسی اور معاشی عقیدے کا ایک فطری نتیجہ ہے جو صرف مادی فائدے کو معیار بناتا ہے، اور ریاست کو رعایا کا نگہبان بنانے کے بجائے منڈیوں کا چوکیدار بنا دیتا ہے۔ چنانچہ جب سے خلافت کے خاتمے اور امت کی تقسیم کے بعد اسلامی سرزمینوں پر سرمایہ دارانہ ماڈل مسلط کیا گیا ہے، صحت، تعلیم اور عوامی سہولیات کے شعبے نجکاری اور سرمایہ کاری کے میدان بن کر رہ گئے ہیں۔ اب انسان کی قدر و قیمت اس کی ادائیگی کی صلاحیت سے لگائی جاتی ہے، نہ کہ اس کی انسانی حیثیت سے کہ جس کا زندگی اور بہترین دیکھ بھال پر بنیادی حق ہے۔

سرمایہ دارانہ نظام، جو تاریخی طور پر صنعتی انقلاب کے عروج کے ساتھ یورپ میں پروان چڑھا اور پھر پورے مغرب میں پھیل گیا، اس کی بنیاد ہی دین کو زندگی سے الگ کرنے، اور حاکمیتِ اعلیٰ عوام کو دے کر قانون سازی کا اختیار انسانوں کے سپرد کرنے پر رکھی گئی تھی۔ اسی بنیاد پر مغرب میں صحت کی پالیسیاں چلائی جاتی ہیں۔ جہاں ہیلتھ انشورنس محض تجارتی کمپنیاں ہیں، ہسپتال نفع کمانے والے ادارے ہیں اور علاج ایک بکنے والی چیز بن چکا ہے۔ یہ درست ہے کہ امریکہ، برطانیہ اور فرانس جیسے بعض سرزمینوں نے سرکاری بیمہ (پبلک انشورنس) کی مختلف شکلیں اختیار کی ہیں، لیکن ان سب کا بنیادی اصول ایک ہی ہے، یعنی صحت کو منڈی کے منطق، بجٹ اور ٹیکسوں کے تابع کرنا، نہ کہ شرعی فرض اور واجب نگہداشت کے اصول پر استوار کرنا۔

تاہم اسلامی سرزمینوں میں صورتحال اس سے بھی زیادہ سنگین اور تکلیف دہ ہے۔ کیونکہ یہاں مغرب کی سیاسی و معاشی غلامی اور اندرونی انتظامی بدعنوانی کا ایک ایسا سنگم بن چکا ہے جس کے نتیجے میں ایک نہایت کمزور اور کھوکھلا نظامِ صحت وجود میں آیا ہے۔ اس نظام میں ڈاکٹروں کا استحصال کیا جاتا ہے، مریض کی تذلیل ہوتی ہے، اور ریاست ہسپتال بنانے یا

ادویات کی فیکٹریاں لگانے کے بجائے سودی قرضوں کی ادائیگی کے لیے مزید قرضے لیتی رہتی ہے۔ اور اس سب کے باوجود لوگوں سے یہ کہا جاتا ہے کہ: "صبر کرو، یہ ناگزیر اصلاحات ہیں!"

لیکن اس حساس مسئلے پر اسلام کیا رہنمائی فراہم کرتا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے جب مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست قائم کی تو لوگوں کے معاملات کی دیکھ بھال کو محض انفرادی کوششوں یا منڈی کے میکانزم پر نہیں چھوڑا، بلکہ تمام معاملات کی دیکھ بھال اور بالخصوص صحت کو بحیثیت حکمران اپنے اولین فرائض میں شامل کیا۔ امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **«كُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ؛ الْإِمَامُ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ»** (تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور اپنی رعیت کے بارے میں جوابدہ ہے۔ اور امام (حکمران) نگہبان ہے اور وہ اپنی رعیت کے بارے میں جوابدہ ہے)۔ یہ ایک واضح اور صریح نص ہے کہ لوگوں کے معاملات کی دیکھ بھال حکمران کی شرعی ذمہ داری ہے، جس کا اسے اللہ کے حضور حساب دینا ہوگا۔

تاریخ میں ریاستِ خلافت کے دوران، صحت کی دیکھ بھال نہ تو کوئی تجارت تھی اور نہ ہی کوئی عیش، بلکہ یہ ایک ایسی خدمت اور نگہبانی تھی جو اپنے تمام شہریوں کو بلا معاوضہ فراہم کی جاتی تھی، خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم۔ امویوں، عباسیوں اور پھر عثمانیوں نے دمشق، بغداد، قاہرہ اور قرطبہ میں 'بیمارستان' (ہسپتال) قائم کیے جو ڈاکٹروں، دواسازوں اور ادویات سے لیس ہوتے تھے، اور وہاں کام کرنے والے اپنی تنخواہیں مریضوں کی جیبوں سے نہیں بلکہ بیت المال سے وصول کرتے تھے۔ مریض سے اس کی ادائیگی کی سکت کے بارے میں نہیں پوچھا جاتا تھا، بلکہ اس کی بیماری کے بارے میں پوچھا جاتا تھا تاکہ اس کا علاج کیا جا سکے۔

دونوں نظاموں کے درمیان بنیادی فرق انتظامی تفصیلات کا نہیں بلکہ عقیدے کی بنیاد کا ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام انسان کو ایک ایسے فرد کے طور پر دیکھتا ہے جو اپنے ذاتی مفاد کے پیچھے بھاگتا ہے، وہ معاشرے کی بنیاد مقابلے پر رکھتا ہے اور ریاست کو محض مختلف مفادات کے درمیان ایک ثالث (جج) قرار دیتا ہے۔ اس کے برعکس، اسلام انسان کو اللہ کا ایک مکرم بندہ دیکھتا ہے اور ریاست کو احکامِ شرعیہ کے نفاذ، انصاف کے قیام اور عوامی معاملات کی دیکھ بھال کا ایک ذریعہ بناتا ہے۔ اسی لیے ریاستِ خلافت میں صحت کی دیکھ بھال کوئی ایسا معاملہ نہیں ہے جس پر سمجھوتہ کیا جا سکے، بلکہ یہ ایک شرعی واجب ہے جس کے لیے بیت المال سے فنڈز فراہم کیے جاتے ہیں۔

اسی طرح اسلام ذخیرہ اندوزی اور اجارہ داری (Monopoly) کو حرام قرار دیتا ہے اور ضروریاتِ زندگی کو بلیک میلنگ کا ذریعہ بنانے سے روکتا ہے۔ کسی کمپنی یا فرد کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ دوا کا ذخیرہ کرے یا لوگوں کی ضرورت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کی قیمت میں اضافہ کرے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **«مَنْ احْتَكَرَ فَهُوَ خَاطِئٌ»** (جس نے ذخیرہ اندوزی کی، وہ گنہگار ہے)۔ تو پھر سرمایہ داری کے سائے میں ادویات ساز کمپنیوں کو قیمتوں پر قابو پانے اور نجی ہسپتالوں کو جراحی کے آپریشنوں پر آسمان سے باتیں کرتی فیسیں وصول کرنے کی اجازت کیسے دی جاسکتی ہے؟

مزید یہ کہ اسلام کا معاشی نظام مستقل ٹیکسوں پر مبنی نہیں ہے جو لوگوں کی کمر توڑ دیں، بلکہ اس کے لیے مخصوص شرعی ذرائع مقرر ہیں۔ اسلام سود (ربا) کو قطعی طور پر حرام قرار دیتا ہے، لہٰذا ریاست اپنی بجٹ کا بڑا حصہ قرضوں کے سود کی ادائیگی میں ضائع نہیں کرتی، بلکہ اپنے اموال کو عوامی نگہبانی اور سہولیات کی طرف موڑ دیتی ہے۔ اس طرح ایک مکمل مربوط نظامِ صحت کی تعمیر کے لیے وسائل دستیاب ہوتے ہیں، جو مغربی مالیاتی اداروں کے احکامات کے مرہونِ منت نہیں ہوتے۔

اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ریاستِ خلافت محض جذباتی نعروں کی ریاست ہوگی، بلکہ یہ ایک جدید ریاست ہوگی جو طب اور سائنسی تحقیق میں جدید ترین ٹیکنالوجی کا استعمال کرے گی۔ اسلام علم کی دشمنی نہیں بلکہ اس کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ مسلمان اپنے عروج کے دور میں طب، سرجری اور دواسازی میں پیش پیش رہے ہیں، انہوں نے طبی کتابیں تصنیف کیں، طبی مدارس قائم کیے اور یورپ سے صدیوں پہلے اس میدان میں سبقت حاصل کی۔ یہ ترقی اس ریاست کی فطرت سے الگ نہیں تھی جو علم کی سرپرستی کرتی ہے اور اسے امت کی طاقت تصور کرتی ہے۔

جہاں تک آج کا تعلق ہے، تو مصر اور دیگر اسلامی سرزمینوں میں صحت کی دیکھ بھال کی تنزلی ایک خاص سیاسی و معاشی انتخاب کا نتیجہ ہے۔ یہ سرمایہ دارانہ نظام کی غلامی، امت کی تقسیم کو قبول کرنے اور ہر خطے کو تنہا اپنی مشکلات کا سامنا کرنے کے لیے چھوڑ دینے کا نتیجہ ہے۔ اگر یہ امت ایک ریاست میں متحد ہوتی، جو اپنے تیل، معدنیات اور زرعی دولت کی مالک ہوتی اور احکامِ شرع کے مطابق اسے بہترین طریقے سے تقسیم کرتی، تو وہ ایسا نظامِ صحت قائم کرنے سے کبھی قاصر نہ ہوتی جو دوسروں سے کہیں بہتر ہوتا۔

آج مریض جس تکلیف سے گزر رہے ہیں اور اپنے بچوں کے علاج کے لیے اپنے اثاثے بیچنے والے خاندانوں کی اذیت محض انسانی کہانیاں نہیں ہیں، بلکہ یہ ایک پورے نظام کی ناکامی کے گواہ ہیں۔ ایک ایسا نظام جو انسانی زندگی کو ایک بکنے والی چیز بنا دیتا ہے، ہسپتال کو ایک سرمایہ کاری کا منصوبہ قرار دیتا ہے، اور ڈاکٹر کو ایک ایسا مہاجر بنا دیتا ہے جو اپنے ملک سے باہر اپنی مادی قدر و قیمت کی تلاش میں بھٹکتا ہے۔

اس کا متبادل کوئی انتظامی پیوند کاری یا بجٹ میں معمولی اضافہ نہیں ہے، بلکہ اس بنیاد میں ایک انقلابی تبدیلی ہے جس کے تحت ریاست اور معاشرے کو چلایا جا رہا ہے۔ ایک ایسی تبدیلی جو حاکمیتِ اعلیٰ کو شریعت کی طرف لوٹا دے، اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلے کرے اور نبوت کے نقشِ قدم پر خلافتِ راشدہ قائم کرے، تاکہ صحت کی دیکھ بھال دیگر تمام معاملات کی طرح رعایا کے ہر فرد کا ایک یقینی حق بن جائے۔

آخر میں یہ کہ صحت کا مسئلہ کوئی ایسا فنی معاملہ نہیں ہے جس پر پارلیمانی کمیٹیوں میں بحث کی جائے، بلکہ یہ حکمرانوں کی گردنوں پر ایک امانت ہے، اور امت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس نظام کے قیام کے لیے کوشش کرے جو اس حق کو صحیح معنوں میں ادا کر سکے۔

﴿وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعاً﴾

"اور جس نے کسی ایک (انسان) کی جان بچائی تو گویا اس نے تمام انسانوں کی جان بچائی"۔ (سورۃ المائدہ: آیت 32)

ولایہ مصر میں حزب التحریر کے میڈیا آفس کے رکن

دشمنی کا اعلان کیے بغیر چین کی توانائی کی فراہمی کے راستوں پر قابو پانا

تحریر: استاد نبیل عبد الکریم

(ترجمہ)

آج کی جدید دنیا کے قلب میں، بڑی طاقتیں معیشت اور ٹیکنالوجی کے میدان میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی دوڑ میں لگی ہوئی ہیں، جہاں امریکہ اور چین کے درمیان آمنا سامنا ہے جسے مصنوعی ذہانت (AI) اور معاشی بالادستی کی جنگ قرار دیا جا سکتا ہے۔ حقیقت میں یہ محض تجارتی یا سیاسی مقابلہ نہیں ہے، بلکہ آنے والے عالمی نظام کے خد و خال طے کرنے کی ایک جدوجہد ہے۔ چین کی تیزی سے بڑھتی ہوئی ٹیکنالوجی اور ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ میں اس کے پھیلے ہوئے معاشی اثر و رسوخ نے امریکہ کی روایتی بالادستی کے لیے خطرہ پیدا کر دیا ہے اور یہ بین الاقوامی قوتوں کے توازن کو نئے سرے سے ترتیب دے رہے ہیں۔ میرا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ چین دنیا کی قیادت کرنے یا کوئی نیا عالمی نظام مسلط کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، کیونکہ اس کے پاس اپنی کوئی خاص آئیڈیالوجی نہیں ہے، لیکن امریکہ کی بالادستی کو روکنے،

عالمی قیادت کے لیے اس کی صلاحیت کو کمزور کرنے اور دنیا کو کثیر قطبی (multi-polar) مرحلے میں داخل کرنے کے حوالے سے اس کا اپنا ایک وزن ضرور ہے۔

اس تناظر میں، ہر معاشی فیصلہ، ہر ٹیکنالوجی کا معاہدہ، اور سمندری آبنائے اور توانائی کی گزرگاہوں میں ہر نقل و حرکت، اسٹریٹیجک شطرنج کی بساط پر ایک مہرے میں بدل جاتی ہے۔

چین کا عروج اب صرف ایک صنعتی ملک کا عروج نہیں رہا، بلکہ یہ ایک بین البراعظمی معاشی اور ٹیکنالوجی کی طاقت بن چکا ہے، اور امریکہ براہِ راست جنگ میں پڑے بغیر چینی پھیلاؤ کو روکنے کے لیے بالواسطہ دباؤ کے ذریعے اس عروج کو کنٹرول کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

ہم دیکھ رہے ہیں کہ امریکہ جدید ترین چپس (chips) اور ان کی تیاری کے آلات کی برآمد روک کر چینی ٹیکنالوجی کا گلا گھونٹ رہا ہے۔ یہ جدید چپس مصنوعی ذہانت، سیمی کنڈکٹرز بنانے کے آلات اور جدید ترین فوٹو لیتھو گرافی (طباعتِ ضوئی) کی ٹیکنالوجیز میں استعمال ہوتی ہیں۔ امریکہ نے اپنی فیکٹریاں چین سے ویتنام، بھارت اور میکسیکو منتقل کر کے سپلائی چین کو نئے سرے سے تشکیل دیا ہے، اور 'چپس ایکٹ' (CHIPS Act) جیسے قوانین کے ذریعے مقامی سطح پر مینوفیکچرنگ کی حوصلہ افزائی کی ہے، ساتھ ہی ایشیائی ممالک کے ساتھ معاشی اتحاد بنا کر چین پر انحصار کم کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کا مقصد چینی فیکٹریوں پر عالمی انحصار کو کم کرنا تھا تاکہ بیجنگ سے اس کے دباؤ کا سٹریٹیجک ہتھیار چھین لیا جائے۔

مزید برآں، امریکہ نے ایشیا میں 'کواڈ' (QUAD) اور 'اوکس' (AUKUS) جیسے اتحادوں کو مضبوط کیا ہے، جس کا مقصد بحرِ ہند اور بحرِ الکاہل میں چین کے گرد معاشی اور عسکری گھیراؤ (containment arc) بنانا ہے۔ تاہم، تین نکات نہایت حساس ہیں: سمندری گزرگاہیں، توانائی کے زمینی راستے اور تائیوان۔

سمندری گزرگاہوں پر دباؤ: سمندری گزرگاہوں پر دباؤ کسی اعلانیہ ناکہ بندی کی صورت میں نہیں ڈالا جاتا، بلکہ ایسی دفاعی صلاحیت یا تنازعات کے علاقوں کی تشکیل کے ذریعے ڈالا جاتا ہے جس سے چین کو یہ معلوم ہو جائے کہ اگر تنازع بڑھا تو اس کی سمندری شہ رگ کاٹی جا سکتی ہے، اور اسے 'کارروائی کے امکان پر قابو پانے' سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

بحرِ جنوبی چین، سمندری پھیلاؤ کی روک تھام: جہاں امریکہ چین کے زیرِ قبضہ جزیروں کے قریب 'جہاز رانی کی آزادی' کے گشت کے ذریعے دباؤ ڈالتا ہے، اور سمندری تنازعات میں فلپائن، ویتنام اور ملائیشیا کی حمایت کرتا ہے۔ اس نے فلپائن

میں اپنے جدید اڈے قائم کیے ہیں اور تائیوان کے قریب مشترکہ فوجی مشقیں کرتا ہے، تاکہ بوقتِ ضرورت امریکہ چین کی سمندری نقل و حرکت کو مفلوج کرنے کے قابل ہو سکے۔

آبنائے ملاکا، سب سے خطرناک رکاوٹ: یہاں سے چین کی تیل کی درآمدات کا تقریباً 60 فیصد گزرتا ہے، اور یہاں امریکہ کا دباؤ اس کے ساتویں بحری بیڑے کی مستقل موجودگی کی صورت میں ہے۔ وہاں سنگاپور اور ملائیشیا کے ساتھ سیکیورٹی شراکت داری ہے اور 'کواڈ' (بھارت، جاپان، آسٹریلیا اور امریکہ) کے اتحاد کو مضبوط کیا گیا ہے، اور ضرورت پڑنے پر یہاں سے گزرنے والے راستے کو بڑی تیزی سے تنگ کیا جا سکتا ہے۔

بحرِ ہند، طویل مدتی اطلاق: یہاں 'ڈیاگو گارسیا' میں امریکی اڈے موجود ہیں، بھارت کے ساتھ قریبی فوجی تعاون ہے، اور آسٹریلیا کے ساتھ 'اوکس' معاہدے کو تقویت دی جا رہی ہے۔ اس کا مقصد چین کو بحرِ ہند کو اپنے مستقل اثر و رسوخ کے علاقے میں تبدیل کرنے سے روکنا ہے۔

آبنائے ہرمز، توانائی کے ذریعے دباؤ: یہ وہ آبنائے ہے جس کے ذریعے خلیجی تیل کا ایک بڑا حصہ چین کی طرف جاتا ہے۔ اور آج ایران پر جو حملے ہو رہے ہیں اور اس آبنائے کو بند کرنے کی اس کی جو دھمکیاں ہیں، اگرچہ یہ ایران کے لیے دنیا پر دباؤ ڈالنے کا ایک مہرہ ہے، مگر وہ اسے مکمل طور پر بند کرنے کی سکت نہیں رکھتا۔ اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے کہ یہ جنگ طویل چلے گی یا ایسے معاہدے طے پائیں گے جو اس آبنائے سے گزرنے کو امریکی فیصلے کے تابع بنا دیں گے، تاکہ وہ اسے جس کے لیے چاہے اور جب چاہے بند کر دے۔

تائیوان، بحری تناؤ کے مرکز کے طور پر: یہ ایک سیاسی اور خود مختاری کا معاملہ ہے، اور بحری گزرگاہوں کی ایک اہم گرہ بھی ہے۔ جو امریکی موجودگی کی وجہ سے چینی تجارتی خطوط کے لیے ایک خطرہ تصور کیا جاتا ہے۔

یہ کوئی ناکہ بندی نہیں ہے، اور نہ ہی براہِ راست تصادم، بلکہ اسے "قابلِ عمل دفاعی روک تھام (Activatable Deterrence" کہا جا سکتا ہے۔ اگر ہم غور کریں کہ امریکہ اتحادوں اور اڈوں کا ایک ایسا جال بن رہا ہے جو اسے چین کی جہاز رانی میں خلل ڈالنے، تاخیر کرنے اور اس کی لاگت بڑھانے کے قابل بناتا ہے، تو وہ سرکاری طور پر ناکہ بندی کا اعلان نہیں کر رہا، بلکہ یہ ایک ایسا پتہ ہے جسے وہ صرف لہرا رہا ہے۔

زمینی گزرگاہوں پر دباؤ: چین نے اپنے "بیلٹ اینڈ روڈ" (Belt and Road) منصوبے کے ذریعے ملاکا کی رکاوٹ اور بحری انحصار کو توڑنے کی کوشش کی، چنانچہ اس نے وسطی ایشیا، روس اور پاکستان کے ذریعے سڑکوں، ریلوے لائنوں اور توانائی کی پائپ لائنوں کا ایک نیٹ ورک قائم کیا۔

یہاں امریکی دباؤ راستے بند کرنے کی صورت میں نہیں، بلکہ اسے زیادہ مہنگا، زیادہ کمزور اور کم مستحکم بنا کر ڈالا گیا ہے۔

وسطی ایشیا، چین کے پہلو میں توازن کی بحالی: جہاں قازقستان، کرغزستان اور ازبکستان گیس، تیل اور اشیاء چین کے مغربی حصوں کی طرف منتقل کرتے ہیں۔ امریکی بالواسطہ دباؤ ان ممالک کو بیجنگ سے ہٹ کر اپنی شراکت داریوں میں تنوع لانے، متبادل یورپی اور امریکی سرمایہ کاری کی حمایت کرنے، اور مالیاتی آلات و بین الاقوامی اداروں کو استعمال کر کے چین پر ان کی وابستگی کم کرنے پر اکسا رہا ہے۔ جس کا مقصد وہاں کے معاشی اثر و رسوخ پر چین کی اجارہ داری کو ختم کرنا ہے۔

روس، پابندیوں کے ذریعے دباؤ: ان پابندیوں نے نقل و حمل کے نیٹ ورک، بینک ٹرانسفر، شپنگ کمپنیوں اور انشورنس کمپنیوں کو متاثر کیا ہے، اور ان کا مقصد روس کے ذریعے چین کی زمینی تجارت کو پیچیدہ بنانا اور آپریشنل لاگت میں اضافہ کرنا ہے، اور مستقبل میں کسی نہ کسی طرح روس اور چین کے درمیان توانائی کی لائن کو کاٹنے کا کوئی راستہ نکالا جا سکتا ہے۔

چین-پاکستان راہداری (CPEC): یہ پاکستان سے گزرتی ہے اور گوادر بندرگاہ پر ختم ہوتی ہے۔ امریکہ اس وقت بھارت کے ساتھ علاقائی توازن کی حمایت کر کے، پاکستان کے بنیادی ڈھانچے میں چینی سرمایہ کاری کی نگرانی کر کے، اور بین الاقوامی اداروں کے ذریعے اسلام آباد پر مالی دباؤ ڈال کر دباؤ بڑھا رہا ہے۔ اس کا مقصد اس منصوبے کو اندرونی اور حفاظتی طور پر کمزور رکھنا ہے۔ آج یہ راہداری پاکستان اور افغانستان کے درمیان کسی بھی تنازع سے متاثر ہو سکتی ہے، جو ضرورت پڑنے پر امریکہ کے لیے اس راستے کو مکمل طور پر تباہ کرنے کا باعث بن سکتا ہے، اور اس کا سبب دو ممالک کے درمیان ایک علاقائی جنگ ہو گی۔

ایران جو زمینی توانائی کی ایک گرہ تصور کیا جاتا ہے: آج جاری جنگ بالواسطہ طور پر ایران کے راستے چین کی طرف توانائی کی رسائی کے کسی بھی حل کو ختم کر سکتی ہے۔ یہ افراتفری اور جنگ کی صورتحال ہے، جس میں پائپ لائنیں اور نقل و حمل کے راستے نامعلوم طریقے سے کاٹے جا سکتے ہیں، جو ضرورت پڑنے پر چین کے لیے ایک بالواسطہ ضرب ہو گی۔

زمینی راستے بحری راستوں کی طرح نہیں ہوتے، کسی زمینی راستے کو آسانی سے بند نہیں کیا جاسکتا، لیکن ہم اسے بالواسطہ طور پر چین کے زمینی نیٹ ورک کو "خاموشی سے تھکا دینے" (Quiet Exhaustion) کی حکمتِ عملی کہہ سکتے ہیں۔

اور آخر میں تائیوان کا نکتہ:

یہ سب سے زیادہ حساس معاملہ ہے اور اسے توازن توڑنے والا نکتہ سمجھا جاتا ہے، کیونکہ تائیوان ان جزائر کی پہلی زنجیر کے عین قلب میں واقع ہے جو چین کا بحری محاصرہ کیے ہوئے ہیں، چنانچہ اگر تائیوان مستقل طور پر چین کے مدار سے نکل گیا تو چین اپنی سٹریٹیجک بحری گہرائی کھو دے گا۔ اس بات کا ذکر تو دور کی بات کہ یہ جدید ترین چپس کی صنعت کا عالمی مرکز ہے، اور وہاں کسی بھی قسم کی بدامنی عالمی معیشت کو مفلوج کر دے گی۔ اور یہ جنگ کی چنگاری بن سکتا ہے اگر چین نے اس پر قبضہ کر لیا، یا تائی پے سے باقاعدہ آزادی کا اعلان ہو گیا، یا امریکہ نے براہِ راست فوجی مداخلت کر دی۔ اسی لیے یہ مسئلہ ایک "سرمئی علاقے" (سٹریٹیجک ابہام) میں گھرا ہوا ہے، اور تائیوان وہ گرہ ہے جہاں یہ تمام ڈوریاں آکر ملتی ہیں۔

حاصلِ کلام یہ کہ امریکہ فی الحال چین کے ساتھ براہِ راست جنگ لڑنے کے موڈ میں نظر نہیں آتا، بلکہ وہ ایک ایسا سٹریٹیجک ماحول تیار کرنے میں مصروف ہے جس میں دباؤ ڈالنے کا آپشن ہر وقت تیار اور مکمل ہو تاکہ اسے کسی بھی لمحے استعمال کیا جاسکے۔ امریکہ ناکہ بندی کا باقاعدہ اعلان تو نہیں کرے گا، لیکن وہ توانائی کے نقشے دوبارہ ترتیب دے رہا ہے، فوجی اڈوں کی از سرِ نو تقسیم کر رہا ہے، بحرِ جنوبی چین میں بحری اتحاد بنا رہا ہے، اور چین کے بیلٹ اینڈ روڈ منصوبے کے متبادل راستوں کی حمایت کر رہا ہے، اور تجارت کی شہ رگ کو مکمل طور پر کاٹے بغیر حساس ٹیکنالوجی پر پابندیاں لگا رہا ہے۔ وہ چین کے لیے دروازے بند نہیں کرتا بلکہ راستے تنگ کر دیتا ہے۔ وہ گولی نہیں چلاتا لیکن اپنی انگلی ٹرگر پر رکھتا ہے۔ وہ چین کی بقا کی قیمت کو بڑھا رہا ہے اور اسے گھیرے میں لینے کے اختیارات کو کھلا رکھ رہا ہے۔

اس طرح ایک ایسی غالب قوت کا منظر نامہ تشکیل پا رہا ہے جو اپنے اردگرد کے ماحول کو دوبارہ ترتیب دے رہی ہے، یہاں تک کہ چین کی ہر ترقی مشروط، ہر قدم نپا تلا اور ہر پیش قدمی مہنگی ہو جائے۔ چنانچہ چین کے ساتھ حقیقتِ حال ایسی بن گئی ہے کہ یہ بغیر کسی اعلان کے ایک دباؤ ہے، اور کسی اگلے نوٹس تک جنگ کے بغیر ایک مستقل کشمکش ہے۔

اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ: کیا چین ثابت قدم رہے گا؟ کیا یہ مساوات بدلے گی؟ کیا کوئی ایسے عوامل سامنے آئیں گے جو بازی پلٹ دیں؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کا جواب وقت ہی دے گا۔

دنیا میں امریکہ کی غنڈہ گردی کو صرف ریاستِ خلافت ہی روک سکتی ہے

تحریر: استاد عبد الرؤوف العامری

(ترجمہ)

کیا امریکہ کی طرف سے دھوکہ دہی، اور انتہائی تکبر و غرور کے ساتھ ان کے ملک (ایران) کو تنہا کر کے، اپنے پروردہ یہودی وجود (اسرائیل) کے ساتھ مل کر اس پر حملہ کرنے، اسے ٹکڑے ٹکڑے کرنے اور اس کی طاقت کے ستونوں کو ختم کرنے کی کوششوں کے بعد اب ایرانی نظام کے قائدین کو یاد آیا ہے کہ ان کی ایک ایسی امت بھی ہے جس کی تعداد عالمی سطح پر پھیلی ہوئی ہے؟ آج وہ امت کو یہ یاد دلانے آئے ہیں کہ ان کی بعض حکومتوں کا موقف نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد کے منافی ہے: **«مَنْ سَمِعَ رَجُلاً يُنَادِي يَا لَلْمُسْلِمِينَ فَلَمْ يُجِبْهُ فَلَيْسَ بِمُسْلِمٍ»** (جس نے کسی پکارنے والے کو سنا جو پکار رہا ہو: 'اے مسلمانوں (میری مدد کو پہنچو)!' اور اس نے اس کی پکار کا جواب نہ دیا، تو وہ مسلمان نہیں ہے)۔

لیکن یہ لوگ اس وقت کہاں تھے جب اسلامی بلاد کے گوشے گوشے سے مسلمان استعماری کفار کی جارحیت اور ان کے حکمرانوں کے ظلم و ستم کے خلاف فریاد کر رہے تھے ؟ کیا یہ وہی لوگ نہیں ہیں جن کے بعض بڑوں نے بلا جھجک یہ اعتراف کیا تھا کہ اگر ان کا نظام نہ ہوتا تو امریکہ کبھی عراق اور افغانستان پر قبضہ نہ کر پاتا؟ انہوں نے یہ سب اس لیے کیا کیونکہ یہ ان کے مفادات کے حق میں تھا، جس نے امریکہ کو بین الاقوامی نظام کے تخت پر بیٹھنے کا موقع فراہم کیا، یہاں تک کہ اسے اب کوئی ایسا حقیقی حریف نظر نہیں آتا جو اس کے عزائم کی راہ میں رکاوٹ بن سکے۔

اس واضح حقیقت کے باوجود، (سنی) کہلانے والے نظام، (شیعہ) ایرانی نظام سے کس بنیاد پر بہتر ہیں؟ جبکہ ان سب نے مل کر امت کی توجہ امریکہ اور یورپ میں اس کے حواریوں، اور بلادِ اسلام میں یہودی وجود کے جرائم سے ہٹا کر اب ایرانی نظام کے جرائم (مثلاً شام اور عراق میں) یا یمنی عوام کے خلاف سعودی نظام اور سوڈان میں اماراتی نظام کے جرائم کے تذکروں میں الجھا دیا ہے۔ اگر ایرانی نظام نے اپنے علاقائی مفادات کو خطے میں امریکی پالیسی کی خدمت سے جوڑ رکھا تھا اور اب وہ تاخیر سے ہی سہی، امریکی دھوکے اور اس کی بے وفائی پر جاگ اٹھا ہے، تو پھر ان نظاموں کا کیا گلہ جو اس کے خلاف جنگ میں دھکیلے جا رہے ہیں؟ ان نظاموں نے تو اپنی پالیسیاں ہی امریکہ کے 'شکاری کتے' بننے پر استوار کر رکھی ہیں، جبکہ وہ سب خود بھی تقسیم، غیر مسلح کیے جانے، کمزور کرنے اور پھر ان کے تمام وسائل پر مکمل قبضے کے امریکی ایجنڈے پر شامل ہیں۔ امریکہ نے طویل منصوبہ بندی اور عملدرآمد کے بعد، جس دوران سرد جنگ کے ذریعے سوویت یونین کو گرایا اور بیشتر مسلم ممالک میں برطانیہ اور یورپ کا اثر و رسوخ ختم کیا، اب وہ ان ریاستوں کے وجود کو بھی اپنے مقاصد کی راہ میں رکاوٹ سمجھتا ہے جو کبھی اس کے زیرِ اثر تھیں اور عراق، افغانستان، شام، یمن اور لبنان میں اس کے منصوبوں پر عملدرآمد کے لیے اس کا دستِ راست رہی ہیں۔ اسی لیے امریکہ نے ان کے خلاف جنگ کا اعلان کرنے اور خطے کے کمزور و ناتواں نظاموں کو اس جنگ میں اپنی شرکت کی دعوت دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تاکہ پورے خطے کو اپنی مرضی کے تابع کر سکے۔

تاہم، تبدیلی کی یہ لہر جس پر امریکہ مجبور ہوا ہے، صرف ان بیرونی عوامل کی وجہ سے نہیں ہے جو اس کی راہ میں حائل ہیں، بلکہ اس کمزوری کی وجہ سے بھی ہے جو اس کے سیاست دانوں اور مفکرین نے سرمایہ دارانہ نظریے کی بنیاد اور اس اثر و رسوخ کے ڈھانچے میں محسوس کی ہے جو اس نے دوسری جنگ عظیم کے بعد تعمیر کیا تھا، کیونکہ اب وہ اس کے ذریعے دنیا پر اپنا تسلط برقرار رکھنے کے قابل نہیں رہا۔ چنانچہ امریکہ اب ایک غیر معمولی تکبر کے ساتھ اپنے ہی بنائے ہوئے کئی معاہدوں اور اتحادوں کو خود ہی توڑ رہا ہے، کیونکہ وہ انہیں اپنی مستقبل کی حکمت عملی کی راہ میں رکاوٹ اور بوجھ

تصور کرنے لگا ہے۔ اس کے مقابلے میں چین، روس اور بعض یورپی ممالک جیسی بڑی طاقتیں اس کے اقدامات کو تسلیم کرنے سے گریز کر رہی ہیں، اور ان کی یہ پالیسی براہِ راست ٹکراؤ سے بچتے ہوئے امریکہ کی بوکھلاہٹ کو قابو میں رکھنے کی کوشش کے قریب تر ہے۔ لیکن بین الاقوامی نظام کے زوال اور امریکہ کی گرفت ڈھیلی پڑنے کا اصل سبب 'دین کو زندگی سے جدا کرنے' (سیکولرزم) کے نظریے کی حقیقت کا فاش ہونا ہے، جو اپنی اخلاقی اور قدرتی بنیادوں کے انہدام کے ساتھ انسانی توقعات پر پورا اترنے یا انسانی فطرت کے مطابق حل پیش کرنے میں اپنی نامیاتی معذوری ظاہر کر چکا ہے۔ یہ تہذیب اپنے قابو سے اس قدر باہر ہو چکی ہے کہ اب یہ انسان کو بری طرح پیس رہی ہے، جس سے یہ بات یقینی ہو جاتی ہے کہ اس کا دوبارہ اٹھنا یا مغرب کا اپنی سمت درست کرنے کے لیے کوئی نئی جدت یا تبدیلی لانا اب ناممکن ہے۔

مغرب کے بہت سے مفکرین اور سیاست دانوں کی آراء، ریاستِ اسلام کے دوبارہ قیام کے بارے میں ان کے انتباہ، اور یورپ اور پوری دنیا پر اس کے غلبے کی پیشگوئیوں سے قطع نظر — جیسے کہ مفکر پال شمیٹر (Paul Schmitter) اپنی کتاب "اسلام: کل کی عالمی قوت" میں کہتا ہے: "صرف اسلام ہی اس خلا کو پُر کرنے اور انسانیت کو اس پستی سے نکالنے کے لیے قیادت کا منصب سنبھالنے کی صلاحیت رکھتا ہے، اور یہ صلاحیت اس آئیڈیالوجی کی اپنی ذات میں موجود ہے کیونکہ یہ علیم و حکیم (اللہ) کی طرف سے ہے" — حقیقت یہ ہے کہ زندگی خلا کو قبول نہیں کرتی، اس لیے اسلام کا نظریہ ہی وہ واحد متبادل ہو گا جس کا یہ زندگی انتظار کر رہی ہے۔ یہ زندگی اب ایک ایسے خطرے سے چھٹکارا پانے کی تیاری کر رہی ہے جو نہ صرف مسلمانوں کے لیے خطرہ ہے، بلکہ اگر امریکہ نے دنیا پر دوبارہ اپنا تسلط جما لیا تو یہ پوری انسانیت کے لیے ایک بڑی تباہی کا پیش خیمہ ثابت ہو گا۔ امریکہ کی مطلق طاقت کا وہم، اور ایران میں اپنے اور اپنے پروردہ یہودی وجود (اسرائیل) کے اہداف حاصل کرنے میں اس کی ناکامی — یہاں تک کہ اب وہ اس جنگ سے نکلنے کا راستہ ڈھونڈ رہا ہے اور کسی مددگار کی تلاش میں ہے — ان سب باتوں کے علاوہ حقیقت یہ ہے کہ وضعی (انسان کے بنائے ہوئے) نظاموں کو برقرار رکھنے پر اصرار، خواہ وہ جمہوری ہوں یا ملوکیت، امت کو اس کی ذلت سے نہیں نکال سکے گا اور نہ ہی کفر کے سرغنہ امریکہ پر اسے فتح دلا سکے گا۔ امت کی کامیابی ریاستِ خلافت سے وابستہ ہے جو محض ایک نیا سیاسی ڈھانچہ نہیں بلکہ ایک متبادل تہذیبی منصوبہ ہے، یعنی ایک اصولی ریاست میں اسلام، جو کہ 'خلافت علیٰ منہاج النبوت' (نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت) ہے۔ اللہ کے نازل کردہ احکامات کے مطابق حکومت کرنا محض ایک سیاسی انتخاب نہیں بلکہ ایک شرعی فریضہ ہے، اور یہی وہ واحد نظامِ حکومت ہے جس کی مدد اللہ سبحانہ وتعالیٰ خود فرماتا ہے۔

ان تمام باتوں کی علامات اس وقت ظاہر ہونا شروع ہو گئیں جب مسلمانوں نے اپنی طاقت اور اپنے دشمن کی کمزوری کا ادراک کر لیا، اب ان کے سامنے صرف ان زنجیروں کو توڑنا اور ان رکاوٹوں کو دور کرنا باقی رہ گیا ہے جو ان مصنوعی سرحدوں اور ان کی حفاظت کرنے والے حکمرانوں کی صورت میں موجود ہیں، تاکہ اسلام کے اس عظیم منصوبے کے لیے دروازے کھل جائیں جو دنیا کا رخ موڑ دے گا اور تاریخ کے دھارے کو درست کر دے گا۔ اس مقصد کے لیے نیکی کا حکم دینے والے اور برائی سے روکنے والے میدان میں آ چکے ہیں، جو علاقائی اور بین الاقوامی سیاسی صورتحال کے حقائق کو بخوبی سمجھتے ہیں اور تبدیلی کے لیے کوشاں ہیں۔ بھلا ظالموں کی خواہشات اس آئیڈیالوجی کے سامنے کیسے ٹک سکیں گی جس پر وہ امت متحد ہو چکی ہے جو اس بات پر ایمان رکھتی ہے کہ انسانیت کو خلافت کی ضرورت ویسے ہی ہے جیسے زندگی کو پانی کی، اور وہ اللہ قوی وعزیز کی مدد پر کامل یقین رکھتی ہے؟ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: ﴿**وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ**﴾ "تاکہ اللہ یہ معلوم کرے کہ کون اس کی اور اس کے رسولوں کی غیب میں مدد کرتا ہے، بیشک اللہ بڑی قوت والا اور زبردست ہے۔" (سورۃ الحدید: آیت 25)

ہماری آج کی لڑائی ہتھیاروں سے پہلے فکر کی لڑائی ہے

بے شک امت جب اسلام کی بنیاد پر اپنا سیاسی شعور دوبارہ بیدار کر لے گی، تو وہ محض وقتی مفادات کی تلاش میں نہیں رہے گی، بلکہ اس بنیادی تبدیلی کی خواہاں ہوگی جو عقیدے کی بنیاد پر سیاسی ڈھانچے کی نئے سرے سے تعمیر کرے۔ یہ تبدیلی کسی جذباتی ہیجان کا نتیجہ نہیں ہوتی، بلکہ ایک منظم اصولی سیاسی عمل، ایسی فکری کشمکش جو درآمد شدہ نظریات کے کھوکھلے پن کو بے نقاب کرے، اور ایسی سیاسی جدوجہد پر مبنی ہوتی ہے جو موجودہ نظاموں کے غیر ملکی منصوبوں کے ساتھ گٹھ جوڑ کو فاش کر دے۔

یہی وجہ ہے کہ یہ حکمران نظام ایک واضح اور مربوط فکر کے سامنے لرز اٹھتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اگر امت نے یہ ادراک کر لیا کہ ایک ایسے امام کا ہونا جو ان پر اسلام کے احکامات نافذ کرے، ایک فرض ہے، اور اسلام کے بغیر حکمرانی کرنے والے نظاموں کے تحت ٹکڑوں میں بٹے رہنا ایک اجتماعی گناہ ہے، تو وہ ایک اصولی متبادل کے قیام کی طرف جدوجہد شروع کر دے گی۔ تب ایک فکر ایک مادی قوت میں، ایک پختہ یقین عوامی رائے میں، اور عوامی رائے تبدیلی کے ایک طاقتور ارادے میں بدل جاتی ہے۔

بے شک امت کی آج کی جنگ ہتھیاروں کی جنگ ہونے سے پہلے فکر اور شعور کی لڑائی ہے۔ پس جب فکر اور شعور غالب آ جائیں گے، تو یہ مصنوعی جواز زمین بوس ہو جائیں گے اور اسلامی عقیدے سے جنم لینے والا حقیقی شرعی جواز ابھر کر سامنے آئے گا۔ اور جب امت اپنے اصولی سیاسی منصوبے کی طرف لوٹ آئے گی، تو وہ اسلامی زندگی کے دوبارہ آغاز کے راستے پر اپنا پہلا قدم رکھ چکی ہوگی، جو کہ محض ایک جذباتی نعرہ نہیں بلکہ ایک جامع سیاسی حقیقت ہوگی جو اسے اس کی وحدت، عزت اور عالمی قیادت دوبارہ عطا کرے گی۔

امریکہ کے ساتھ اتحاد مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ کمزور ہے

اے پاکستان فوج کے افسران! آپ مسلمانوں کے قتل کے گناہ سے اس بہانے بری الذمہ نہیں ہو سکتے کہ آپ اپنے کمانڈر کے احکامات پر عمل کر رہے ہیں۔ ایک مسلمان کا قتل ایک عظیم جرم ہے، تو سینکڑوں اور ہزاروں کا قتل کیسا ہو گا؟! اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمیں متنبہ کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿**وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِناً مُّتَعَمِّداً فَجَزَآؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِداً فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَاباً عَظِيماً**﴾ "اور جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے، تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہے اور اللہ نے اس کے لیے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔" (سورۃ النساء:93)

اور معصیت (نافرمانی) میں اطاعت کے مسئلے پر امام بخاری نے روایت کیا ہے: "نبی کریم ﷺ نے ایک لشکر بھیجا اور ان پر ایک شخص کو امیر مقرر کیا، اس نے آگ جلائی اور کہا: اس میں داخل ہو جاؤ۔ کچھ لوگوں نے اس میں داخل ہونا چاہا، جبکہ دوسروں نے کہا: ہم تو اسی (آگ) سے بھاگ کر (اسلام میں) آئے ہیں۔ جب یہ تذکرہ نبی کریم ﷺ سے کیا گیا تو آپ ﷺ نے ان لوگوں سے فرمایا جنہوں نے اس میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تھا: 'اگر تم اس میں داخل ہو جاتے تو

قیامت تک اسی میں رہتے'، اور دوسروں سے فرمایا: 'معصیت (نافرمانی) میں کوئی اطاعت نہیں، اطاعت تو صرف معروف (بھلائی) کے کاموں میں ہے''۔

اے پاکستان فوج کے افسران! جنرل عاصم منیر آپ کو امریکہ کے ساتھ اتحاد اور افغانستان کے خلاف نام نہاد "دہشت گردی کے خلاف جنگ" کے اس کے ایجنڈے میں جکڑے ہوئے ہے۔ آپ مسلمانوں سے لڑ رہے ہیں، آپ انہیں قتل کرتے ہیں اور وہ آپ کو قتل کرتے ہیں۔ حالانکہ امریکہ کے ساتھ اتحاد مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ کمزور ہے۔ امریکہ واضح طور پر اضطراب کا شکار ہے اور اسے ایران کے حوالے سے اپنے مقاصد حاصل کرنے میں مشکلات کا سامنا ہے۔ ٹرمپ یورپی یونین اور دوسروں کے اس کی جنگوں میں شامل نہ ہونے پر نالاں ہے۔ امریکہ کی سیاسی اور عسکری طاقت کا بت ٹوٹ چکا ہے۔ اس کے اڈوں اور ریڈار سسٹمز کو نشانہ بنایا جارہا ہے، اور اس کے مغربی اتحادی ایک ایک کر کے اسے چھوڑ رہے ہیں۔ اسے پاکستان سے کمزور ریاست ایران کے ہاتھوں تکلیف دہ ضرب لگی ہے، تو ذرا سوچیں کہ اگر کوئی ایٹمی ریاست اٹھ کھڑی ہو، جس کے پاس بہترین اور سب سے بڑی مسلم فوج ہو اور جو ایمان، تقویٰ اور جہاد کے تصور سے سرشار ہو تو کیا عالم ہو گا؟!

مسلم فوج کا کردار مسلمانوں کو صلیبی امریکہ، یہودی وجود اور ہندو ریاست سے تحفظ فراہم کرنا ہے۔ اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک پاکستان فوج کے افسران منیر اور اس کے حکمران گروہ کو ہٹا کر خلافتِ راشدہ علیٰ منہاج النبوۃ کے قیام کے لیے حزب التحریر کو نصرۃ (عسکری مدد) فراہم نہ کریں۔ اسی طرح وہ اپنی عزت رفتہ بحال کر سکتے ہیں، اپنے گناہوں سے توبہ کر سکتے ہیں اور اپنے رب کی مغفرت کے امیدوار بن سکتے ہیں۔

ہماری حالت اب بھی ایسی کیوں ہے جو نہ کسی دوست کو خوش کرے اور نہ دشمن کو غمزدہ؟!

ہماری امت کی حالت اب بھی ایسی ہے جو نہ کسی دوست کو خوش کرتی ہے اور نہ دشمن کو غصہ دلاتی ہے۔ یہ ایک بکھری ہوئی امت ہے جس پر استعماری کافر اس وقت ٹوٹ پڑے جب اس کے وجود کو مسمار اور اس کی ریاست کو گرا دیا گیا، جب بدبخت ترین شخص اور انگریزوں کے ایجنٹ مصطفیٰ کمال نے 3 مارچ 1924ء کو خلافت کے خاتمے کا اعلان کیا تھا۔ اسی وقت سے اسلام کو زندگی سے بے دخل کر دیا گیا، اس پر اس کے دشمن کا غلبہ ہو گیا اور اس پر اپنا وضع کردہ سیاسی نظام مسلط کر دیا گیا۔ وہ اس کے بیٹوں کو قتل کرتا ہے اور اس کے وسائل لوٹتا ہے، یہاں تک کہ یہ امت اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ بزدل 'یہودیوں' کی نظر میں بھی بے وقعت ہو گئی۔ ابھی غزہ کے مسلمانوں کا خون خشک نہیں ہوا تھا کہ میانمار کے روہنگیا، مشرقی ترکستان کے ایغور، اور انڈیا، سوڈان کے مسلمان نسل کشی کا شکار ہیں۔ آج امریکہ اور اس کے ساتھ یہودی وجود ایران پر اس بہانے جنگ مسلط کر رہے ہیں کہ اس کے اس نظام کو ختم کیا جائے جس نے پہلے اسے

عراق اور افغانستان کی جنگ میں خدمات فراہم کی تھیں... اور امریکہ مسلمانوں کو اس جنگ کا ایندھن بنانے کی کوشش کر رہا ہے۔

یہ سب کچھ ہم پر ہماری کمی کی وجہ سے نہیں ہو رہا کیونکہ ہماری تعداد بہت ہے، بلکہ ہم ویسے ہی ہیں جیسا کہ ہمارے سچے اور امانت دار رسول ﷺ نے خبر دی تھی: **«غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ»** (سیلاب کے کوڑے کرکٹ یا جھاگ کی مانند)۔ پس دو ارب کی یہ امت ساکن ہے اور حقیقی تبدیلی کے لیے حرکت نہیں کر رہی، اس کی فوجیں اپنی بیرکوں میں دبکی بیٹھی ہیں، انہیں نہ بچوں کی چیخوں نے تڑپایا اور نہ ہی بیواؤں کے آنسوؤں نے، کیونکہ اسے 'وہن' نے آلیا ہے، یعنی: **«حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ»** (دنیا کی محبت اور موت سے بیزاری)۔

اے مسلمانوں! اللہ کے حضور تمہارے پاس ان خائن حکمرانوں کے بارے میں خاموش رہنے کا کوئی عذر نہیں ہے جو تمہارے اور اللہ کے فرض کے درمیان حائل ہیں، اور وہ فرض اللہ کی شریعت کو نافذ کرنا ہے یعنی خلافت کا قیام جو 'فرائض کا تاج' ہے۔

ہم تمہیں دوبارہ اس عظیم فرض کی دعوت دیتے ہیں۔ تاکہ ہمارے ممالک دوبارہ ایک ریاست کے سائے تلے جمع ہو جائیں جس کا حکمران ایک امام ہو۔ ایسی خلافتِ راشدہ جو نبوت کے طریقہ کار پر ہو، جو تمہیں متحد کرے، اقصیٰ کو یہودیوں کی ناپاکی سے پاک کرے، ظالموں سے بدلہ لے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے، تاکہ تم ذلت و مسکینی کا چوغہ اتار پھینکو اور عزت و شرف کا لباس زیبِ تن کر لو۔

جب پیغام رساں ریاست سے رخ مڑ کر اقتدار کی کشمکش کی طرف ہو گیا!

تحریر: استاد محمود اللیثی

(ترجمہ)

تاریخ اچانک نہیں گرتی، اور نہ ہی ریاستیں ایک ہی وار میں منہدم ہوتی ہیں، بلکہ زوال کا آغاز اس وقت ہوتا ہے جب سیاسی رخ اپنی نظریاتی بنیاد سے ہٹ جاتا ہے، چاہے نام اور نعرے باقی ہی کیوں نہ رہیں۔ اسلام میں ریاست محض ایک انتظامی ڈھانچہ نہیں ہے، اور نہ ہی ایسی کوئی طاقت ہے جو صرف اپنی بقا کی تلاش میں ہو، بلکہ یہ ایک 'پیغام رساں ریاست' ہے، جس کا کام اندرونِ ملک اسلام کا نفاذ اور دعوت و جہاد کے ذریعے اسے پوری دنیا تک پہنچانا ہے۔

خلافتِ راشدہ کے دور میں، حکمرانی بیعت کے مفہوم کی ایک عملی تصویر تھی، اور اس تصور کی عکاس تھی کہ حاکمیت (Sovereignty) شریعت کی ہے نہ کہ اشخاص کی، اور یہ کہ اقتدار امت کا حق ہے جو اپنے اوپر اللہ کے احکام نافذ کرنے

کے لیے حکمران کا انتخاب کرتی ہے۔ حکمران احتساب سے بالاتر نہیں تھا، بلکہ وہ محاسبے کے تابع تھا، اور اقتدار بذاتِ خود کوئی مقصد نہیں تھا، بلکہ دین کو قائم کرنے اور لوگوں کے معاملات کی شریعت کے مطابق دیکھ بھال کا ایک ذریعہ تھا۔ اسی لیے ریاست اپنے ہتھیاروں کی طاقت سے پہلے اپنے نظریے کی وضاحت اور مضبوطی کی وجہ سے طاقتور تھی۔

تاہم، اس کے بعد بعض تاریخی مراحل میں جو تبدیلی آئی وہ محض افراد کی تبدیلی نہیں تھی، بلکہ اس نے اقتدار کی منتقلی کے طریقے اور امت و حکمران کے درمیان تعلق کی نوعیت پر اثر ڈالا۔ جب حکمرانی 'ملکِ عضوض' (ملوکیت کی طرز پر) میں بدل گئی، سیاسی احتساب کا نظام کمزور پڑ گیا، اور عصبیتیں ابھرنے لگیں، تو ڈھانچہ جاتی بگاڑ پیدا ہونے لگا۔ معاشرے سے شریعت ختم نہیں ہوئی تھی اور نہ ہی فتوحات رکی تھیں، لیکن سیاسی نظام کی روح اپنی وہ پہلی سی صفائی اور پاکیزگی کھونے لگی تھی۔

بنیادی مسئلہ نظام کی ساخت میں تھا: جب حکمرانی صحیح بیعت اور شعوری انتخاب کے بجائے غلبہ یا وراثت پر مبنی ہو جائے، تو 'اقتدار امت کا حق ہے' کا تصور عملی طور پر پیچھے ہٹ جاتا ہے، خواہ اصطلاحات وہی رہیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ، حکمران اور امت کے درمیان خلیج بڑھتی چلی جاتی ہے، اور حکمرانی 'رعایت' (دیکھ بھال) سے 'انتظام' (Management) میں، اور ایک 'مشن' سے 'اقتدار کی جنگ' میں بدل جاتی ہے۔

اس اندرونی توڑ پھوڑ نے ریاست کو بیرونی حملوں کے سامنے مزید کمزور کر دیا۔ چنانچہ صلیبی جنگیں اور پھر منگولوں کی یلغار، کمزوری کی پہلی وجہ نہیں تھی، بلکہ یہ اندرونی موشگافیوں کا نتیجہ تھی۔ وہ امت جس کا منصوبہ واضح اور قیادت متحد ہو، اسے توڑنا مشکل ہوتا ہے۔ لیکن جب لوگ اقتدار کی جنگوں میں الجھ جائیں، اور دعوت کو عام کرنے کی اہمیت کم ہو جائے اور وہ اولین ترجیح نہ رہے، تو ریاست کی فطرت ایک قائدانہ وجود سے بدل کر اپنی بقا کی تلاش میں سرگرداں وجود میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

اس کے باوجود، تاریخ کا سفر ہمیشہ تنزلی کی جانب نہیں رہا۔ ایسی اصلاحی کوششیں بھی سامنے آئیں جنہوں نے اس نظریاتی ریاست کے تصور کو دوبارہ اہمیت دی جو دنیا کے لیے ایک پیغام رکھتی ہے، جیسا کہ نور الدین محمود نے کیا، اور جیسا کہ صلاح الدین ایوبی نے اپنے اس منصوبے میں کر دکھایا جو محض زمین کی آزادی نہیں بلکہ امت کی وحدت اور اس کے مشن کی طرف رخ کی دوبارہ درستی تھی۔ پھر اپنے ابتدائی دور میں عثمانی آئے جنہوں نے مسلمانوں کی بکھری ہوئی قوت

کو اکٹھا کیا اور ایک جامع سیاسی وجود کو دوبارہ قائم کیا، اگرچہ بعد میں ان کی ریاست پر بھی وہ کمزوری طاری ہوئی جو ہونی تھی۔

لیکن جدید تاریخ میں سب سے فیصلہ کن لمحہ 1924ء میں خلافتِ عثمانیہ کا خاتمہ تھا۔ یہاں نہ صرف ایک سیاسی اقتدار گرا، بلکہ وہ وجود ہی ختم کر دیا گیا جو اپنی کمزوری کے باوجود مسلمانوں کی سیاسی وحدت کی علامت تھا۔ اس وقت سے لے کر اب تک، ایک ریاست کی جگہ دوسری ریاست نے نہیں لی، بلکہ ایک تصور کی جگہ دوسرے تصور نے لے لی؛ چنانچہ 'متحدہ ریاست' کی جگہ 'وطنی قومی ریاست' (Nation State) نے لے لی، مصنوعی سرحدیں مقدس قرار پائیں، اور وفاداری کا رخ عقیدے کے رشتے سے مڑ کر زمین اور قومیت کے رشتے کی طرف ہو گیا۔

اس کے بعد جو نظام قائم ہوئے وہ اس بنیاد پر نہیں بنے تھے کہ حاکمیت شریعت کی ہے، بلکہ وہ انسانی ساختہ دساتیر (آئین) پر مبنی تھے جو اپنی قانونی حیثیت 'بین الاقوامی جواز' سے حاصل کرتے ہیں۔ اس طرح امت ایک ایسے سیاسی نظام سے — جو اسلام کے نفاذ پر قائم تھا چاہے اس کی تطبیق میں کچھ کوتاہیاں ہی کیوں نہ رہی ہوں — ایسے نظاموں کی طرف منتقل ہو گئی جو اپنی اصل میں دین کو سیاست سے الگ کرتے ہیں، اور قانون سازی کا حق اللہ تعالیٰ کے بجائے پارلیمینٹ کو دیتے ہیں۔ ہم یہاں اس بات کو دہراتے ہیں جو پہلے طے ہو چکی ہے کہ اسلام کے ناقص نفاذ کا موازنہ دیگر نظاموں کے بہترین نفاذ سے نہیں کیا جا سکتا چاہے انہیں کتنے ہی اچھے طریقے سے نافذ کر لیا جائے، کیونکہ اسلام کا نفاذ ہی عین عدل ہے اور اس کے علاوہ کسی بھی نظام کا نفاذ سراسر ظلم ہے۔

اس کا نتیجہ محض ایک ظاہری تبدیلی نہیں تھا، بلکہ ریاست کی فطرت اور اس کے مقصد میں ایک گہری تبدیلی تھی۔ اب ریاست دنیا تک اسلام پہنچانے کا ذریعہ رہنے کے بجائے سرمایہ دارانہ عالمی نظاموں کا حصہ بن گئی، جو طاقت کے توازن کے تابع ہیں اور استعماری مالیاتی اداروں سے جڑے ہوئے ہیں، اور سیاسی و معاشی غلامی کو دوبارہ جنم دیتے ہیں۔ بار بار آنے والے معاشی بحران، قرضوں پر انحصار اور سیاسی تقسیم محض عارضی علامات نہیں ہیں، بلکہ یہ اس فکری اور سیاسی ڈھانچے کا نتیجہ ہیں جو امت کے عقیدے سے نہیں نکلا۔

موجودہ ڈھانچے کے اندر رہ کر اصلاح کی بات کرنا محدود ہی رہے گا کیونکہ خرابی بنیاد میں ہے نہ کہ تفصیلات میں۔ جب ریاست کو اسلام نافذ کرنے کی سوچ کے بجائے نظام کو بچانے کی سوچ سے چلایا جائے، اور جب امت کے مفاد پر محدود وطنی (قومی) مفاد کو ترجیح دی جائے، تو یہ انحراف برقرار رہتا ہے، چاہے چہرے اور نعرے بدل ہی کیوں نہ جائیں۔

راستے کی یہ درستگی ماضی کی محض جذباتی یادوں سے ممکن نہیں، بلکہ ریاست کی اس تعریف کو دوبارہ اپنانے سے ہو گی جو اسلام نے چاہی ہے۔ یعنی امت کا ایک ایسا واحد سیاسی وجود جس میں حاکمیت شریعت کی ہو اور اقتدار امت کا حق ہو، اور امت اپنی طرف سے ایک خلیفہ کو اپنا حاکم مقرر کرے جو شرعی بیعت کے ذریعے اس پر اسلام نافذ کرے اور اگر وہ کوتاہی کرے تو اس کا محاسبہ کیا جائے۔ جہاں دولت کی تقسیم اسلام میں ملکیت کے احکام کے مطابق ہو، اور خارجہ پالیسی کی بنیاد غلامی کے بجائے دعوت و جہاد کے ذریعے دنیا تک اسلام پہنچانے پر ہو۔

ہم امت کو یاد دلاتے ہیں کہ یہ قرآن اس لیے نازل ہوا کہ اس کے ذریعے حکومت کی جائے، نہ کہ یہ صرف روحانی برکت کا ذریعہ ہو۔ ہماری عبادات سے وابستگی نظم و ضبط کا ایک مدرسہ ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ نفس کی غلامی اور عقیدے کے خلاف کسی بھی حقیقت کے سامنے جھکنے سے آزادی کا بھی ایک مدرسہ ہے۔ تاریخ کا جائزہ لینا محض ماضی میں کھو جانا نہیں ہے، بلکہ یہ عروج و زوال کے اصولوں کا مطالعہ ہے کیونکہ جب سیاسی رخ شریعت سے مڑتا ہے تو کمزوری جمع ہوتی جاتی ہے، اور جب اس کی تصحیح کی جاتی ہے تو بحالی کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔

انحراف کی نوعیت کا اعتراف ہی اس راستے کا پہلا قدم ہے، اور متبادل منصوبے کا شعور اگلا مرحلہ ہے، جبکہ اصولی اور منظم سیاسی جدوجہد ہی وہ پل ہے جو نظریے کو حقیقت سے جوڑتا ہے۔ ﴿**وَأَنِ احْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَن يَفْتِنُوكَ عَن بَعْضِ مَا أَنزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ**﴾ "اور یہ کہ آپ ان کے درمیان اسی (قانون) کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے نازل کیا ہے اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں اور ان سے ہوشیار رہیں کہ کہیں یہ آپ کو اللہ کے نازل کردہ کسی حکم سے بہکا نہ دیں"۔ (سورۃ المائدہ: آیت 49)

ولایہ مصر میں حزب التحریر کت میڈیا آفس کے رکن

اے سرزمینِ کنانہ (مصر) کے باسیو! مصری نظام تمہارا اور تمہاری امت کا دشمن ہے

اے اہل مصرِ کنانہ! آپ بخوبی جانتے ہیں کہ مصری نظام خلافت کے خاتمے کے وقت سے ہی صلیبی اتحاد میں بھرتی ہو چکا ہے۔ فلسطین میں مسخ شدہ یہودی وجود کے ہاتھوں ہونے والے قتلِ عام پر اس کا بزدلانہ رویہ، اور امام مسلم و بخاری کی سرزمین ایران میں امریکہ کے قتلِ عام پر اس کی تماشائی بنے رہنے کی روش، اور امریکی بحری بیڑے کے لیے نہرِ سوئز کو کھول دینا۔ یہ سب اس بات کی گواہی ہیں کہ وہ آپ کی امت کا دشمن ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَإِذَا رَأَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ أَجْسَامُهُمْ وَإِنْ يَقُولُوا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ كَأَنَّهُمْ خُشُبٌ مُسَنَّدَةٌ يَحْسَبُونَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّى يُؤْفَكُونَ﴾ "اور جب تو انہیں دیکھتا ہے تو ان کے جثے تجھے بھلے معلوم ہوتے ہیں، اور اگر وہ بات کریں تو تو ان کی بات (توجہ سے) سنتا ہے، گویا وہ دیوار کے ساتھ لگی ہوئی لکڑیاں ہیں، وہ ہر زور کی آواز کو اپنے ہی خلاف سمجھتے ہیں، وہی دشمن ہیں سو ان سے بچتے رہو، اللہ انہیں غارت کرے یہ کہاں سے الٹے پھرے جا رہے ہیں۔" (سورۃ المنافقون:4)

پس اس ناپسندیدہ فرعونی نظام کے ہاتھوں کو روک دیں، اور حقیقی نشاۃِ ثانیہ کے علمبردار 'حزب التحریر' کا ساتھ دیں تاکہ نبوت کے طریقہ کار پر دوسری خلافتِ راشدہ قائم ہو سکے۔ تب اس کے قیام کا شرف آپ کو حاصل ہو گا، آپ دوسروں پر سبقت لے جائیں گے اور نیکیوں میں آگے بڑھیں گے۔ اس طرح آپ دنیا کی عزت، آخرت کی نعمتیں اور اللہ کی وہ رضا پائیں گے جو سب سے بڑی ہے۔ جان لیں کہ آپ اس کے اہل ہیں اور اللہ کے اذن سے اس پر قادر بھی ہیں، چاہے یہ نظام آپ کو کچلنے اور آپ کی آواز دبانے کے لیے اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر دے، لیکن وہ اپنے دادا فرعون سے زیادہ طاقتور اور جابر نہیں ہو سکتا، جسے اللہ نے سمندر میں غرق کر کے ہلاک کر دیا تھا۔

﴿وَإِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَأَنْجَيْنَاكُمْ وَأَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ﴾ "اور جب ہم نے تمہارے لیے سمندر پھاڑ دیا پھر تمہیں بچا لیا اور فرعون والوں کو تمہارے دیکھتے دیکھتے غرق کر دیا۔" (سورۃ البقرہ:50)

آؤ ایک ایسے نظام کی طرف جو انسان کی عزت وو قار کا محافظ ہو، اس کے رنگ اور نسل سے قطع نظر

آج مغرب مادی چمک دمک کے پردے کے پیچھے "اخلاقی نزع" (اخلاقی موت کی کشمکش) کی حالت میں جی رہا ہے۔ انہوں نے اپنی عقلوں کو مادیت کی مٹی میں دفن کر دیا ہے اور مادے کے رب کو بھول گئے ہیں۔ آنے والا مالیاتی بحران محض ٹیکنالوجی کا بحران نہیں ہے، بلکہ یہ دراصل انصاف کا بحران ہے۔

آج کا حل اس ماڈل کی نقالی کرنے میں نہیں ہے جو گندی مادیت کی دلدل میں ڈوب رہا ہے، بلکہ ایک ایسے نظام کی طرف واپسی میں ہے جو اقلیتوں کو اللہ کے ذمے (ضمانت) میں تحفظ فراہم کرے، زکوٰۃ، حقِ ملکیت اور حقِ رعایت کے ذریعے غربت کا خاتمہ کرے، اور اعلیٰ اخلاق کے ذریعے معاشرے کی حفاظت کرے۔ اب وقت آگیا ہے کہ ہم نہ صرف اسلامی ممالک کے مسلمانوں سے بلکہ پوری دنیا سے ظلم کو مٹائیں، جس کی اکثریت اب مال و دولت رکھنے والوں کے ہاتھوں غلام بن چکی ہے۔

یہ بات کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسالات (پیغامات) محض اس لیے نازل کیے تا کہ لوگ ایک عادلانہ نظام کے سائے میں زندگی گزار سکیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ سورۃ الحدید میں فرماتا ہے: ﴿**لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ**﴾ "بے شک ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلائل کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تا کہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔"(سورۃ الحدید:25)

اس پر مزید یہ کہ اللہ نے ایک ایسے نظام کی ضرورت پر زور دیا جس کے پاس اس انصاف کے قیام کے لیے جہاں کہیں ضرورت ہو، قوت بھی موجود ہو، پس فرمایا: ﴿**وَأَنزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ**﴾ "اور ہم نے لوہا نازل کیا جس میں سخت جنگی قوت ہے اور لوگوں کے لیے فائدے بھی ہیں۔"(سورۃ الحدید:25)

چنانچہ ہم تمام لوگوں کو "خلافت علیٰ منہاج النبوۃ" کے قیام کی دعوت دیتے ہیں تا کہ اس نظام کا خاتمہ کیا جائے جو لوگوں کے درمیان ان کے رنگ، نسل اور دین کی بنیاد پر فرق کرتا ہے، اور ایک ایسا نظام قائم کیا جائے جو ان سے کہتا ہے کہ اللہ نے انہیں ایک ہی جان سے پیدا کیا ہے اور انہیں قوموں اور قبیلوں میں محض اس لیے بانٹا ہے تا کہ وہ ایک دوسرے کو پہچانیں، نہ کہ رنگ و نسل کی بنیاد پر ایک دوسرے پر فوقیت جتائیں۔

مسجدِ اقصی کی تالا بندی کا جرم

تحریر: استاد عبد الحمید عبد الحمید

(ترجمہ)

قبلہ اول اور تیسرے حرم یعنی مسجدِ اقصی کی تالا بندی کے اس مجرمانہ فعل کو ایک ماہ سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے اور مسلمانوں کو وہاں نماز کی ادائیگی اور اعتکاف کرنے سے روک دیا گیا ہے، اور یہ ایسی پابندی ہے جو گزشتہ کئی دہائیوں میں دیکھنے میں نہیں آئی۔ یہ سب جھوٹے حیلوں اور فرضی بہانوں کے تحت کیا گیا ہے، اور اس گھناؤنے جرم کے سامنے ہم درج ذیل نکات کو ریکارڈ پر لانا ضروری سمجھتے ہیں:

اول: مسجدِ اقصی کی تالا بندی کا یہ جرم عام مسلمانوں کی غفلت اور ان کے غدار و ایجنٹ حکمرانوں کی خاموشی بلکہ ملی بھگت سے سرزد ہو رہا ہے۔ یہ ایسے وقت میں ہو رہا ہے جب غاصب یہودی ہمارے مقدسات، ہمارے دین اور ہماری شریعتِ مطہرہ کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دے رہے۔ ان کے پیچھے ان کے وہ لالچ اور خواب کارفرما ہیں جن کے تحت وہ مسجدِ اقصی کے کھنڈرات پر اپنا نام نہاد ہیکل تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔

دوم: مسجدِ اقصی کی یہ تالا بندی دراصل ایک طویل سلسلے کی کڑی اور اس بڑے منصوبے کا حصہ ہے جس پر یہودی-صلیبی اتحاد عمل پیرا ہے، اور جس کا حتمی مقصد مسجدِ اقصی کو شہید کر کے اس کی مقدس زمین پر اپنا خود ساختہ ہیکل تعمیر کرنا ہے۔

سوم: مسجدِ اقصی کی تالا بندی کا یہ جرم دراصل مسلمانوں کے جذبات کو کچلنے کی ایک کوشش ہے تاکہ وہ ذلت و رسوائی کے عادی ہو جائیں، اور جب ان کے مقدسات اور حرمتوں کو پامال کیا جائے تو وہ کوئی حرکت نہ کریں۔

آخر میں، امتِ اسلامیہ کے عام فرزندوں کے دلوں میں مسجدِ اقصی کے عظیم مقام و مرتبے کو اجاگر ضروری ہے۔ اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ مشرق سے مغرب تک پھیلی ہوئی مسلم افواج مسجدِ اقصی کی نصرت کے لیے اور اسے مجرم غاصبوں سے آزاد کرانے کے لیے حرکت میں آئیں، تاکہ ہمارے نبی کریم ﷺ کی یہ بشارت پوری ہو سکے: **«لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُقَاتِلَ الْمُسْلِمُونَ الْيَهُودَ، فَيَقْتُلُهُمْ الْمُسْلِمُونَ، حَتَّى يَخْتَبِئَ الْيَهُودِيُّ مِنْ وَرَاءِ الْحَجَرِ وَالشَّجَرِ، فَيَقُولُ الْحَجَرُ أَوْ الشَّجَرُ: يَا مُسْلِمُ يَا عَبْدَ اللَّهِ، هَذَا يَهُودِيٌّ خَلْفِي فَتَعَالَ فَاقْتُلْهُ، إِلَّا الْغَرْقَدَ فَإِنَّهُ مِنْ شَجَرِ الْيَهُودِ»** "قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی جب تک کہ مسلمان یہودیوں سے جنگ نہ کر لیں، پھر مسلمان انہیں قتل کریں گے اور یہودی پتھروں اور درختوں کے پیچھے چھپیں گے، تو پتھر یا درخت پکارے گا: اے مسلمان! اے اللہ کے بندے! یہ یہودی میرے پیچھے (چھپا) ہے، آؤ اور اسے قتل کر دو، سوائے غرقد کے درخت کے کیونکہ وہ یہودیوں کا درخت ہے"۔

اور یہ اللہ کے حکم سے یقیناً ہو کر رہے گا، چاہے ہمارے ذریعے ہو یا کسی اور کے ذریعے۔ پس آیئے دنیا و آخرت کی سر بلندی کے لیے پہل کریں، اپنی ریاستِ خلافت تعمیر کریں، اپنی شریعت کو نافذ کریں، اپنی عزتوں کی حفاظت کریں، اپنے مقدسات کی پاسبانی کریں اور اپنی عظمتِ رفتہ کو بحال کریں۔ اور اسی جیسے عظیم مقصد کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے۔ ﴿**وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَى أَمْرِهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ**﴾ "اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے"۔ (سورۃ یوسف: آیت 21)

ولایہ شام میں حزب التحریر کی مرکزی رابطہ کمیٹی کے رکن

وہ خلافت جس کے لیے ہم کام کر رہے ہیں نہ فرقہ وارانہ ہے اور نہ ہی مسلکی

وہ خلافت جس کے قیام کے لیے ہم آج کوشاں ہیں، وہ کسی ایک فرقے کی نمائندگی نہیں کرتی، خواہ وہ سنی ہو یا شیعہ، بلکہ وہ ایک واحد امتِ مسلمہ کی نمائندگی کرتی ہے۔ جو کہ پوری روئے زمین پر تمام مسلمانوں کی ایک عمومی قیادت (ریاست) ہو گی۔ یہ وہ خلافت ہے جو امریکہ اور اسلام کے دشمنوں کو شیطان کے وسوسے بھلا دے گی، بالکل اسی طرح جیسے مسلمانوں کے خلیفہ نے خالد بن ولیدؓ کے ذریعے رومیوں کو شیطان کے وسوسے بھلا دیے تھے۔

اے بہترین امت جو لوگوں کے لیے نکالی گئی ہے! جس مقصد کی طرف ہم تمہیں بلا رہے ہیں وہ اللہ کی رضا کی طلب، اس کی جنت کی تمنّا، اور عزت، خیر و خوشحالی کی اس زندگی کا حصول ہے جس کا ذائقہ ہم اللہ کے احکامات کی مکمل تعمیل اور اس کی منہیات سے رک کر ہی چکھ سکتے ہیں۔ اس کے لیے ہم پر لازم ہے کہ ہم اہل قوت و تحفظ (اہلِ قوت و منعت) کو ابھاریں تاکہ وہ دین کی نصرت اور اسے مقتدر بنانے کا اپنا فرض ادا کریں، اور اس مقدس یلغار میں شامل ہوں جو ہمارے

ممالک سے امریکی اڈوں اور اس کے اثر و رسوخ کو نکال باہر کرے، یہودی وجود کا خاتمہ کرے اور اسراء و معراج کی سرزمین کو یہودیوں کی ناپاکی سے پاک کر دے۔

﴿وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ﴾ "اور تم سب کے سب مشرکوں سے لڑو جیسے وہ سب کے سب تم سے لڑتے ہیں اور جان رکھو کہ اللہ پرہیز گاروں کے ساتھ ہے۔" (سورۃ التوبہ:36)

یہ امت کے لیے ایک پیغام، حکمرانوں کے لیے ایک انتباہ اور افواج کے لیے ایک پکار ہے۔ پس جس نے آج اللہ کے دین کی مدد کی اور اسے ایک ایسی ریاستِ راشدہ میں مقتدر بنانے کے لیے کام کیا جو امت کے تمام مسائل کی ذمہ داری اٹھائے، تو اللہ یقیناً ان کی مدد کرے گا اور ان کے قدم جما دے گا۔ اور جو پیچھے رہ گیا وہ کسی اور کو نہیں بلکہ خود کو ملامت کرے جب کافروں کی مکاریاں اسے گھیر لیں گی۔

﴿هَذَا بَلَاغٌ لِلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوا بِهِ وَلِيَعْلَمُوا أَنَّمَا هُوَ إِلَهٌ وَاحِدٌ وَلِيَذَّكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ﴾

"یہ (قرآن) لوگوں کے لیے ایک پیغام ہے تاکہ وہ اس کے ذریعے ڈرائے جائیں اور تاکہ وہ جان لیں کہ معبود تو بس وہی ایک ہے اور تاکہ عقل والے نصیحت حاصل کریں۔" (سورۃ ابراہیم:52)

امت محض جذبات سے نہیں بلکہ ایک ایسے سیاسی منصوبے سے فتح یاب ہو گی جو اسلام کی حکمرانی قائم کرے اور تمام توانائیوں کو متحد کر دے

امت کی آج کی حقیقت ایک افسوسناک صورتحال کو ظاہر کرتی ہے۔ متعدد قومی ریاستیں، مختلف پالیسیاں اور متضاد اتحاد۔ اگر اس کے کسی ایک ملک پر حملہ ہو جائے تو معاملہ صرف اسی تک محدود رہتا ہے، گویا کہ امت کا رشتہ مصنوعی حدود اور نام نہاد قومی خود مختاری کے مزعومہ تصورات کے سامنے پیچھے ہٹ گیا ہو۔ ایسی صورتحال میں، امت اور اس کے مقدسات کی آزادی کی بات محض ایک نظریاتی گفتگو بن کر رہ جاتی ہے، کیونکہ سیاسی فیصلہ سازی بکھری ہوئی ہے۔

یقیناً امت محض جذبات کے سہارے فتح یاب نہیں ہو سکتی، بلکہ اسے ایک ایسے جامع سیاسی منصوبے کی ضرورت ہے جو اسلام کا حکم نافذ کرے، تمام توانائیوں کو یکجا کرے اور عقیدے کو سیاست کی بنیاد بنائے۔ کیونکہ عقیدہ عمل کا جذبہ عطا کرتا ہے اور ریاست اس کے نفاذ کی مادی قدرت فراہم کرتی ہے۔ جب تک امت اپنی وحدت بحال نہیں کر لیتی، اس کی کوششیں بکھری رہیں گی، چاہے آوازیں کتنی ہی بلند کیوں نہ ہوں یا اقدامات کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں۔ اور جب امت آج یہ ادراک کر لے گی کہ آزادی کا راستہ اپنے جامع سیاسی وجود کی بحالی سے ہو کر گزرتا ہے، تب وہ اقوامِ عالم کے درمیان اپنا مقام اور کردار دوبارہ حاصل کرنے کی جانب صحیح راستے پر پہلا قدم رکھ دے گی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿**يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَأَنتُمْ تَسْمَعُونَ * وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ * إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ**﴾ "اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اس سے روگردانی نہ کرو جبکہ تم (احکامات) سن رہے ہو۔ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے کہا کہ ہم نے سن لیا حالانکہ وہ نہیں سنتے۔ بے شک اللہ کے نزدیک بدترین جانور وہ بہرے گونگے ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے" (سورۃ الانفال:20-22)

حاکمیت کب محض ایک نعرے کے بجائے ایک حقیقت بن کر سامنے آئے گی؟!

آج مسلم ممالک جس شدید بے روزگاری، مہنگائی، کرنسیوں کی گراوٹ اور وسیع طبقاتی فرق کا شکار ہیں، یہ براہِ راست اس سرمایہ دارانہ نظام کے نفاذ کا نتیجہ ہے جو نہ تو امت کے عقیدے سے میل کھاتا ہے اور نہ ہی اس کے مفادات سے۔ جب عوامی وسائل کو بیچ دیا جاتا ہے، بنیادی سہولیات کی نجکاری کر دی جاتی ہے اور اسلامی احکامات سے انحراف کرتے ہوئے بغیر کسی حفاظتی تدبیر کے منڈیوں کو کھول دیا جاتا ہے، تو معیشت انتہائی کمزور ہو جاتی ہے اور سیاسی فیصلے غیروں کے مرہونِ منت ہو جاتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ معاشی آزادی کو نبوت کے طریقے پر خلافتِ راشدہ کے قیام سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ اسلامی معاشی نظام کا مکمل نفاذ صرف اسی ریاست میں ممکن ہے جو اسے ایک جامع اصول کے طور پر اپنائے، اور جہاں حاکمیت شریعت کی ہو اور اقتدار امت کے سپرد ہو۔ سرمایہ دارانہ نظام کے اندر رہ کر کی جانے والی جزوی اصلاحات بے اثر رہتی ہیں، کیونکہ اس نظام کی بنیاد ہی فاسد ہے۔

آج کی یہ لڑائی صرف اعداد و شمار اور بجٹ کی نہیں بلکہ بنیادی تصورات کی لڑائی ہے۔ کیا مال اللہ کی شریعت کے مطابق عدل و انصاف کے قیام کا ذریعہ ہے، یا محض غریبوں کے استحصال سے منافع کمانے کا ایک آلہ؟ کیا ریاست لوگوں کے معاملات کی حقیقی نگہبان (راعی) ہے یا محض ایک آزاد منڈی کی منتظم؟ ان سوالات کے جواب ہی پورے نظام کی بنیاد طے کرتے ہیں۔

امت جب اپنا اسلامی معاشی نظام بحال کر لے گی، تو وہ اپنے سیاسی فیصلے کرنے میں بھی آزاد ہو جائے گی۔ اور جب اس کے فیصلے قرضوں کے بوجھ اور قرض دینے والوں کی کڑی شرائط سے آزاد ہوں گے، تب ہی اس کے لیے ممکن ہو گا کہ وہ حقیقی خارجہ پالیسیاں بنائے، اسٹریٹجک منصوبوں پر کام کرے اور تمام تر توانائیوں کو ایک واحد اور طاقتور ریاست کے پرچم تلے متحد کر سکے۔ تبھی حاکمیت محض ایک نعرہ نہیں بلکہ ایک جیتی جاگتی حقیقت بن کر سامنے آئے گی۔

===

مسلمان علماء ایک تاریخی ذمہ داری کے سامنے

تاریخ نے ہمیں یہ سکھایا ہے کہ جب امت اپنی فکری سمت کھو دیتی ہے تو وہ سیاسی طور پر بھی بھٹک جاتی ہے، اور جب علماء کی آواز خاموش ہو جائے یا وہ حکمرانوں کے تابع ہو جائیں، تو موجودہ نظام دین پر حملہ آور ہونے کی جرات کرتے ہیں اور حکمران اس کے احکامات معطل کرنے میں حد سے گزر جاتے ہیں۔ لیکن اگر علماء حق کا اعلان کریں اور لوگوں کو جس طرح نماز سے جوڑتے ہیں ویسے ہی نظامِ حکومت میں بھی اسلام کے احکامات سے جوڑ دیں، تو وہ ایسا شعور بیدار کرتے ہیں جو حقیقی تبدیلی کی بنیاد بنتا ہے۔

امت آج جس مرحلے سے گزر رہی ہے، وہ علماء سے یہ تقاضا کرتا ہے کہ وہ اسلامی طرزِ زندگی کی بحالی کی جدوجہد میں ہراول دستے کا کردار ادا کریں، نہ کہ صرف بگاڑ کے اثرات کو کم کرنے پر اکتفا کریں۔ یہاں صرف ایک فاسد نظام کے اندر جزوی اصلاحات کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ ایسی بنیادی تبدیلی مطلوب ہے جو اسلامی عقیدے کی بنیاد پر سیاسی ڈھانچے کی دوبارہ تعمیر کرے، اور ایک ایسی ریاست قائم کرے جو مکمل اسلام نافذ کرے اور دعوت و جہاد کے ذریعے پوری دنیا تک اس کا پیغام پہنچائے۔

امت کے علماء ایک تاریخی ذمہ داری کے سامنے کھڑے ہیں۔ یا تو وہ حقیقی معنوں میں انبیاء کے وارث بنیں، اسلام کا پیغام بغیر کسی کمی بیشی کے مکمل طور پر پہنچائیں اور خلافت کے سائے میں امت کی وحدت کی قیادت کریں، یا پھر یہ ان کے نصیب میں لکھ دیا جائے گا کہ انہوں نے تبدیلی کے ایک انتہائی خطرناک مرحلے کا مشاہدہ کیا لیکن اس میں حق کے بیان اور محاسبے کا واجب فریضہ ادا نہیں کیا۔ وہ امت جس نے عز بن عبد السلام اور ابن تیمیہ جیسے جلیل القدر علماء پیدا کیے، وہ اللہ کے حکم سے ایسے علماء پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے جو اپنے فرض کو پہچانیں، علم کا وقار بحال کریں، شریعت کی حاکمیت قائم کریں اور امت کی وحدت اور اس کے جامع سیاسی وجود کو دوبارہ لوٹائیں۔